شمارہ نمبر: ۴

امت مسلمہ کے حالات،عصری تقاضے اور دعوت فکر

موضوعات:

۱۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بحیثیت حکمران
۲۔ہمارے نبی آخری نبی ﷺ
۳۔ حضور اکرم ﷺ کی سماعت و بصارت
۴۔ ناموس رسالت ﷺ
۵۔ علم انسان کی ایک غیبی آنکھ ہے
۶۔ طلاق کا صحیح مفہوم
۷۔ جوانی کی بربادی
۸۔ ماحول بدلیں آدتیں خود بدل جائیں گی
۹۔ کاروبار میں حلال و حرام
۱۰۔علم دین اور خواتین

ناشر:
تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ

آفکار

امت مسلمہ کے حالات، عصری تقاضے اور دعوت فکر

شمارہ نمبر: ۴

ناشر:

تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Book name : Afkar Part 4 (Magazine)

Language : Urdu

Author : Ulma e Ahle Sunnat

Cheif Editor: Muhammad Hassaan Raza Rayeeni

Hijri Date : 20 Jamadi us Sani 1442 H

English Date : 03 February 2021(Wednesday)

Publisher : Tehreek Nizam e Mustafa (India) or TNM Official

Any Query, contact us : 9675801762 & 9720315389

Read another books, visit: archive.org/details/@tehreek_nizam_e_mustafa_

Also follow us on: Facebook | Instagram | Youtube | Twitter

About Us:

All Praise is to Allah the Exalted! The revolutionary organization of Ahlus Sunnah wal Jama'ah "Tahreek Nizam e Mustafa ﷺ" is constantly working for propagating the message of Ahlus Sunnah. And every work which it does is in the light of thoughts and views of Imam Ahmad Raza. It is an organization comprising of students from schools and colleges as well as seminaries (Madaris). The main aim of our organization is to preserve the beliefs of Ahlus Sunnah and the eradication of various ill practices in the society and regarding the same time and again various articles are published by us and along with it religious gatherings are organized. It is supplication to Allah the Exalted that he through the mediation of his Prophet (peace and blessings be upon him) blesses the members of this organization with true love of Islam and keeps them firm on the creed of Ahlus Sunnah wal Jama'ah and gives them success in their goals. Ameen.

TNM OFFICIAL

فہرست مضامین

صفحہ نمبر

پیش لفظ

قوت فکر و عمل پہلے فنا ہوتی ہے

پھر کسی قوم کی شوکت پر زوال آتا ہے

امت مسلمہ کے موجودہ حالات کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ حکومت ان کے پاس نہیں، اقتدار ان کا ختم ہو چکا لیکن ایک چیز اس امت کے پاس باقی تھی جسے فکر کہتے ہیں جس فکر کو لے کر یہ امت محنت و مشقت کر کے اپنے دشمن کو خاک میں ملا سکتی تھی لیکن اب وہ فکر ہی اس قوم کے دلوں سے فنا ہوتی جا رہی ہے اور یہ قوم اغیار کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ چکی ہے سب کچھ ختم ہو چکا ہے پھر بھی ہمارے حالات کیا ہیں؟ وہی گناہوں میں لتھڑی زندگی جیتے جا رہے ہیں۔

ارے یہ تو وقت اللہ کی بارگاہ میں رو کر گڑ گڑا کر معافی مانگنے کا تھا کہ ہم اللہ تعالی سے عرض گزار ہوتے کہ اللہ ہمیں معاف فرمادے۔ ہمیں در گزر فرمادے۔ ہم اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں ہم نے تیرے احکام کی پابندی نہیں کی اس لئے ہم پر یہ مصیبتیں آئی ہوئی ہیں۔ یہ تو وقت اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رجوع کرنے کا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اللہ سے دعا کرنے کا تھا لیکن ہم غفلت میں مبتلا ہیں ہم وہی کر رہے ہیں جو ہمارا نفس ہم سے کہہ رہا ہے۔

اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ امت مسلمہ کی فکر کو نئی تازگی دی جائے اور جو برائیاں اور نفرتیں ہماری قوم کے درمیان پنپ رہی ہیں اور بزدلی ہمارا اشعار بن چکی ہے ان سب کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے یہ تبھی ہو سکتا ہے جب معاشرے کا ہر فرد برائیوں کو مٹانے کے لئے جدوجہد کرے اور اس کو اپنا ایک اہم فرض سمجھ کر کام کرے پھر وہ دن دور نہیں جس دن ہم اپنے کھویا ہوا وقار واپس پالیں گے ضرورت ہے قوم کے فکر و عمل پر کام کرنے کی۔

قارئین سے گزارش ہے کہ اس میگزین کو پڑھنے تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اس سے سبق حاصل کر اپنی زندگی میں اسلام کے مطابق عمل کرنے کی ضرورت ہے اس میگزین کو نشر کرنے کا مقصد تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب اس کو پڑھنے والے اللہ کی توفیق سے ان تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

محمد حسان رضا اعینی

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بحیثیت حکمران

علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ رحمہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین

حضرت صدر گرامی قدر اور عزیز ساتھیوں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میری گفتگو کا عنوان ہے۔ "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ بحیثیت حکمران"۔ اللہ تعالی نے حضرت صدیق اکبر کو اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس جمیل اور مظہر اتم بنایا تھا۔ کسی امتی میں بہتر سے بہتر جو اوصاف پائے جا سکتے ہیں قدرت نے آپ کی فطرت میں وہ تمام ودیعت فرما دئے تھے۔

ابن عساکر راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا:

اچھی صفات تین سو ساٹھ ہیں اللہ تعالی جب کسی انسان کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، تو اسے ان میں سے کوئی ایک صفت عطا فرما دیتا ہے، جس کی بدولت اسے جنت میں داخل فرماتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے اندر ان میں سے کوئی صفت پائی جاتی ہے؟ فرمایا: ابو بکر! تمہیں مبارک ہو تم میں وہ سب صفات پائی جاتی ہیں۔ (الصواعق المحرقة، ص 74)

حضرت ابو بکر صدیق میں دینی اور دنیاوی قیادت کے تمام اوصاف پائے جاتے تھے، اس لئے تمام صحابہ کرام نے بالاتفاق آپ کو خلیفہ منتخب کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا:

نمازاسلام کاعظیم ترین رکن ہے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس کے لئے حضرت ابو بکر صدیق کو مقرر کیا۔ حضور نے جسے ہمارے دین کے لئے مقرر کیا تھاہم نے اسے اپنی دنیاکے لئے مقرر کر لیا۔

(الصواعق المحرقة، ص 47)

جہانبانی کے لئے جن اوصاف کاہوناضروری ہے ان کی روشنی میں حضرت صدیق اکبر کی شخصیت کاجائزہ لیاجائے تو یہ تسلیم کرناپڑے گاکہ آپ بے مثال حکمران تھے۔اس وقت مختصر طور پر چنداوصاف کاذکر کروں گا۔

1) حاکم کے لیے ضروری ہے کہ متقی اور پرہیز گار ہو حضرت صدیق اکبر کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے **"وَسَيُجَنَّبُهَا ٱلْأَتْقَى"** **جہنم سے دور رکھا جائے گا وہ کہ بہت ہی متقی ہے۔** مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت آپ ہی کے بارے میں نازل ہوئی۔

2) دوسرا ضروری وصف یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی سنت پر چلنے کاکامل جذبہ پایا جائے۔ حضرت صدیق اکبر نے جب حضرت اسامہ کی قیادت میں ایک لشکر شام کی طرف روانہ کیاتو صحابہ کرام نے عرض کیاکہ اس وقت ہر طرف فتنہ ارتداد پھیلاہواہے،اس لئے لشکر روانہ نہ کیاجائے آپ نے فرمایا: کچھ بھی ہو جائے حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بھیجاہوالشکر کسی صورت واپس نہیں ہوگااور جو جھنڈاخود حضور نے باندھ کر دیاتھامیں اس کی گرہ نہیں کھول سکتا۔

(الصواعق المحرقة ص 17)

3) تیسرا وصف استقامت ہے، حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وصال کے وقت صحابہ کرام پر قیامت گزر گئی کسی کا دل یہ ماننے کے لئے تیار نہ تھا کہ حضور رحلت فرما گئے ہیں، یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا جو شخص یہ کہے گا کہ حضور وصال فرما گئے ہیں تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے صحابہ کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: جو حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ حضور وصال فرما گئے اور جو اللہ تعالی کی عبادت کرتا تھا تو اسے یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی زندہ ہے، اس پر کبھی موت طاری نہیں ہو گی۔

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل

محمد اللہ تعالی کے رسول ہی تو ہیں ان سے پہلے رسول وفات پا گئے۔

یہ سن کر صحابہ کو حضور کے وصال کا یقین ہو گیا اور انہیں یوں محسوس ہوا کہ ہم نے گویا یہ آیت آج ہی سنی ہے۔ (الصواعق المحرقة ص32)

4) چوتھا وصف سیاست ہے۔ یعنی ایسا نظام قائم کرنا کہ اندرونی اور بیرونی فتنوں کا صفایا ہو جائے۔

حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہر طرف سے ارتداد کی خبریں آنے لگیں، کوئی زکات کا انکار کر رہا ہے، کوئی ختم نبوت کا انکار کر کے خود نبی ہونے کا دعوی کر رہا ہے، کوئی سرے سے دین اسلام ہی کا انکار کر رہا ہے، ایسے عالم میں ان تمام فتنوں پر قابو پانا اور مسیلمۂ کذاب جو چالیس ہزار افراد کے

ساتھ یمامہ میں ڈیرہ ڈالے ہوئے تھا اس کا قلع قمع کرنا حضرت صدیق اکبر کی شجاعت وسیاست کا بے مثال کرشمہ ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ حضرت صدیق اکبر کے حکم پر اسلامی فوجیں اس وقت کی سپر پاور طاقت رومن ایمپائر سے ٹکرا جاتی ہیں اور شام کا اکثر وبیشتر حصہ مجاہدین کے قدموں تلے روندا جاتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر کو مرتدین کا مقابلہ کرنے کے لئے بنفس نفیس اونٹنی پر سوار ہو کر نکلتے ہیں حضرت علی مرتضیٰ اونٹنی کی نکیل پکڑ کر کہتے ہیں:

اے خلیفۂ رسول اللہ میں آپ کو وہی بات کہتا ہوں جو احد کے دن حضور نے آپ کو کہی تھی۔ اپنی تلوار میان میں ڈالو اور ہمیں اپنی ذات کے غم میں نہ ڈالو۔ آپ مدینہ طیبہ واپس چلیں۔ خدا کی قسم اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو اسلام کا نظام کبھی بحال نہیں ہو سکے گا۔

(الصواعق المحرقة ص 17)

اللہ ہمیں ایسا حکمران عطا فرمائے جو خلفاء راشدین کے نقش قدم پر چلنے والا ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

ہمارے نبی آخری نبی

محمد فیض العارفین رضوی

اللہ ربّ العزت نے ہماری ہدایت کے لیے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیھم السلام کو مبعوث فرمایا ہر نبی اللہ ربّ العزت کی علیحدہ علیحدہ صفتوں کے مظہر بن کر آیے یہاں تک کہ اللہ ربّ العزت نے اپنی صفات کے ساتھ ساتھ اپنی ذات کا بھی مظہر بنا کر اپنے محبوب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو مظہر ذات کے بعد اب کسی نبی کی ضرورت نہ رہی تو اللہ ربّ العزت نے نبوت کے دروازے کو اپنے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بند فرمادیا اب نبی کریم صلی اللہ علیہ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آیے گا۔

مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور آخری رسول ہیں حالانکہ ہمارے نبی اس وقت بھی موجود تھے جب حضرت آدم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا خمیر آب و گل کے درمیان تھا جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ

من کنت نبیا و آدم بین الماء والطین

یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جس وقت حضرت آدم مٹی اور پانی کے درمیان میں تھے ۔یعنی اس وقت حضرت آدم علیہ الصلاۃ والتسلیم کا بھی وجود نہ تھا لیکن اللہ ربّ العزت نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے آخر میں ہمارے درمیان میں بھیجا اور نبوت و رسالت کا سلسلہ آپ پر ختم فرمادیا اب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا ذکر قرآن پاک کی سو سے زائد آیات قرآنیہ میں کیا گیا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن الرسول الله و خاتم النبیین

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں اس آیت کی تفسیر میں کہ ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آیے گا اور محمد بن حسن طوسی اپنی تفسیر تفسیر التبیان میں کہتے ہیں آپ آخری نبی ہیں اب قیامت تک کوئی نبی نہیں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالٰی نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہکر یہ اعلان فرما دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی ہیں کہ اب قیامت تک نہ کسی کو منصب نبوت پر فائز کیا جائے گا اور نہ ہی منصب رسالت پر۔ یہ آیت مبارکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے پر نص قطعی ہے اور اس کا معنٰی پوری طرح واضح ہے جس میں کسی تاویل اور تخصیص کی ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں۔

ختم نبوت سے متعلق تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و مرسلین کے آخر میں مبعوث فرمایا اور آپ پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم فرما دیا آپ کے ساتھ یا آپ

کے بعد قیامت قائم ہونے تک کسی کو نبوت ملنا محال ہے یہ عقیدہ ضروریات دین سے ہے۔اس کا منکر اوراس میں ادنٰی سا بھی شک وشبہ کرنے والا کافرو مرتداور ملعون ہے۔

قرآن پاک میں سو سے زائد آیات ایسی ہیں جواشارۃً یا کنایۃً عقیدۂ ختم نبوت کی تصدیق وتائید کرتی ہیں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی متعدد اور متواتر احادیث میں خاتم النبیین کا یہی معنٰی متعین فرمایا ہے لہذا اب قیامت تک کسی قوم یا ملک یا کسی زمانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت باقی نہیں اور مشیت الٰہی نے نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الرسالت والنبوت قد انقطت فلا رسول بعدی ولا نبی (ترمزی)

ترجمہ۔اب نبوت ورسالت کا انقطاع عمل میں آچکا لہذا میرے بعد نہ کوئی نبی آیے گا اور نہ کوئی رسول۔

اس حدیث پاک سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نیا نبی نہیں آیے گا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کوئی بھی نبوت کا دعوٰی کرے وہ جھوٹا ملعون اور ابلیس کے ناپاک عزائم کا ترجمان ہو گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کی نہ صرف نشان دہی کی بلکہ ان کی تعداد بھی بیان فرمادی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انہ سیکون فی امتی ثلثون کذابون کلھم یزعم انہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (ترمزی)

ترجمہ۔ میری امت میں تیس اشخاص کذاب ہوں گے ان میں سے ہر کذاب کو گمان ہو گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اور اگر کوئی شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت یا رسالت کا دعویٰ کرے وہ کافر کاذب اور مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ نیز جو شخص اس کے کفر وارتداد میں شک کرے اور اسے مومن مجتہد اور مجدد وغیرہ مانے وہ بھی کافر و مرتد اور جہنمی ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین کی ہر قوم اور ہر انسانی طبقے کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ کی لائی ہوئی کتاب قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں کے احکام کو منسوخ کرنے والی ہے اور آئندہ کے لیے تمام معاملات کے احکام و قوانین میں جامع ومانع ہے قرآن کریم تکمیل دین کا اعلان کرتا ہے گویا انسانیت اپنی معراج کو پہنچ چکی ہے اور قرآن کریم انتہائی عروج کو پہچانے کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد نہ کسی نئی کتاب کی ضرورت اور نہ کوئی نئے نبی کی حاجت۔ چناچہ امت محمدیہ کا یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ آپ کے بعد اب کوئی نیا نبی نہیں آیے گا۔

قرآن وسنت کی روشنی میں ختم نبوت کاانکار محال ہےاور یہ ایسامتفق علیہ عقیدہ ہے کہ خود عہد رسالت میں مسلمہ کذاب نے جب نبوت کادعویٰ کیااور حضور کی نبوت کی تصدیق بھی کی تواس کے جھوٹاہونے میں ذرا بھی تامل نہ کیاگیااور صدیق اکبر کے عہد خلافت میں صحابۂ کرام نے جنگ کر کے اسے کیفر کردار تک پہنچایااس کے بعد بھی جب اور جہاں کسی نے نبوت کادعویٰ کیاامت مسلمہ نے اسے متفقہ طور پر جھوٹاقرار دیااور اس کا قلع قمع کرنے میں ہر ممکن کوشش کی۔

اللہ ربّ العزت سے دعاہے کہ حضور کی عزت پر پہرادینے کاجذبہ عطافرمااور ناموسِ رسالت کاسچاپکہ محافظ بنااور نبوت ورسالت کے جھوٹے دعوے داروں کامنہ کالا فرمااور انکوانکے انجام تک پہنچا

آمین یا رب العالمین بجاه سید المرسلین صلی الله علیه وسلم

حضور اکرم ﷺ کی سماعت وبصارت

محمد سعد جیلانی مرکزی

اللہ تبارک وتعالی نے اپنے آخری پیغمبر جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کو بے شمار فضائل اور کمالات کے ساتھ دنیا میں مبعوث فرمایا کہ جس کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا آپ ﷺ کے فضائل و کمالات کے بعض عنوانات جیسے : نبوت، رسالت، اللہ تبارک وتعالی کا دیدار، گناہ گاروں کی شفاعت، براق، معراج، ساری کائنات کی طرف بعثت، انبیاء کے ساتھ امام بن کر نماز پڑھانا، بنی آدم کی سرداری، ساری کائنات کے لئے رحمت ہونا، صاحب کتاب وحکمت، انگلیوں کے اندر سے پانی کے چشمے بہادینا، چاند کو شق کرنا، سورج کو واپس لوٹانا، ابر کا سایہ کرنا، کنکریوں کا تسبیح پڑھنا، رنج والم کا دور فرمانا اور لوگوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھنا وغیرہ ایسے کمالات ہیں جن کا کسی سے احاطہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالی کے سوا کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ کمالات مصطفویہ کا احاطہ کر سکے۔ عقل انکو سمجھنے میں بے عقل ہے۔

اسی طرح آپکی سماعت وبصارت بھی عام انسانوں کی طرح نہیں ہے آپ ایک جگہ تشریف فرما ہو کر زمین، آسمان کی باتوں اور چیزوں کو جان لیتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ آپ نے اچانک اپنا سر انور اٹھایا اور فرمایا:

وعليكم السلام ورحمة الله

آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ! آپ نے کس کو سلام کا جواب ارشاد فرمایا ہے؟ تو آپ نے فرمایا جعفر بن طیار فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اوپر سے گزرے ہیں انہوں نے مجھے سلام کہا تو میں نے انہیں جواب دیا ہے۔ (المستدرك ۲/۲۰۱)

آپ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

قد رفع لي الدنيا فانا انظر اليها والي ما هو كائن فيها الي يوم القيامة كانما انظر الي كفي هذه

(زرقانی ۲۰۴/۷)

اللہ تعالی نے دنیا کو میرے سامنے اٹھادیا ہے، پس میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والے واقعات کو یوں دیکھتا ہوں جیسے میں اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان الله زوالي الارض فرأيت مشارقها و مغاربها

(مسلم ۲/۳۹۰)

بے شک اللہ تعالی نے میرے سامنے زمین کو سمیٹ دیا ہے تو میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تمہاری ملاقات کا مقام، حوض ہے اور میں اسے آج ہی یہاں اپنے مقام پر دیکھ رہا ہوں۔

(مسلم ۲/۲۵۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ رات کی تاریکی میں اسی طرح دیکھتے تھے جس طرح صبح کے اجالے میں دیکھتے تھے۔

(خصائص کبریٰ ۱/۶۱)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اني اري مالا ترون واسمع ما لا تسمعون

(مشکوٰۃ ص ۴۵۷)

جو میں دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھتے جو میں سنتا ہوں وہ تم نہیں سنتے۔

صحابہ کرام نے ان تمام روایات کو سنا اور قبول کیا، بلکہ آگے کے مسلمانوں تک پہنچا کر بتادیا کہ ہمارا بھی یہی ایمان ہے۔

ایک موقع پر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

هل ترون ما اریٰ فقالوا لا

(بخاری ۱/۵۰۸)

کیا جو میں دیکھتا ہوں وہ تم بھی دیکھتے ہو، تو صحابہ کرام نے عرض کیا نہیں۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے ایک قصیدہ پیش کیا، آپ نے اسے سنا، لیکن اس کے کسی جزء پر اعتراض یا انکار نہ فرمایا، گویا وہ قصیدہ آپکا تائید یافتہ ہے۔اس کا ایک مصرہ یہ ہے۔

نبی یریٰ مالا یریٰ الناس حوله

(المستدرك ۳/۱۰)

نبی کریم ﷺ ارد گرد وہ کچھ دیکھتے ہیں جو عام لوگ نہیں دیکھتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

تری مالا اری

(بخاری ۱/ ۵۳۲)

یارسول اللہ ﷺ جو آپ دیکھتے ہیں وہ میں نہیں دیکھتی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

کان رسول الله ﷺ یری فی الظلماء کما یری فی اضوء

(الشفاء ۱/ ٦٨)

رسول اللہ ﷺ اندھیرے میں بھی یوں دیکھتے تھے جیسے روشنی میں دیکھتے تھے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم رات کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ باہر نکلے تو آپ نے کچھ آوازیں سنیں تو فرمایا یہودیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔

(بخاری ١/ ١٨٤،)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی حیث کان

(جلاء الافہام ص ٦٣)

جب بھی کوئی آدمی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ کہیں بھی ہو اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔ اس روایت کو سننے کے بعد صحابہ کرام نے وضاحت چاہی کہ یارسول اللہ ﷺ ! کیا آپ کی وصال کے بعد بھی؟ فرمایا۔۔۔۔۔۔**ہاں۔**

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن ہم بارگاہ رسالت میں بیٹھے تھے آپ نے فرمایا:

ھل تسمعون ما اسمع........**کیا جو میں سن رہا ہو تم سن رہے ہو؟** صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ: ہم تو کچھ نہیں سن رہے۔ تو آپ نے فرمایا

اسمع اطیط السماء

(مواہب الدنیہ/٤ ٩٠)

میں آسمانوں کی آوازیں سن رہاہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے آپ نے ایک آواز سُنی تو فرمایا:

اتدرون ماھذا؟

قال قلنا اللہ ورسولہ اعلم

کیاتم جانتے ہوکہ یہ کیاہے ہم نے عرض کیااللہ اوراس کارسول بہتر جانتے ہے،تواپنے فرمایا

ھذا حجر رمی بہ في النار منذ سبعسن خریفا فھو یھوی في النار الآن حتی انتھی الی قعرھا

(مسلم ۲/ ۳۸۱)

یہ آوازاس پتھر کی ہے جو آج سے ستر سال پہلے دوزخ میں پھینکا گیاتھا اب وہ جہنم کے نیچے طبقے میں پہنچاہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں،ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے آپ بنو نجار کے باغ میں تھے کہ اچانک آپ کی سواری بدکنے لگی،قریب تھاکہ آپ کو گرادیتی،اوراچانک چھ یاپانچ قبریں دیکھیں،آپ نے فرمایاان قبر والوں کو کون جانتاہے؟،ایک آدمی نے عرض کیا،میں -اپ نے فرمایا،یہ کب مرے تھے،اس نے بتایا،حالت شرک میں،آپ نے فرمایابے شک یہ امت قبروں میں

آزمائی جائے گی۔ اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم مردوں کو دفنانا چھوڑ دو گے تو میں اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگتا کہ وہ عزاب قبر تمہیں بھی سنا دیتا جو میں سن رہا ہوں۔ (مشکوۃ ص ۲۵)

ان تمام روایات سے واضح ہے کہ جو چیزیں عام لوگ نہیں سنتے وہ آپ ﷺ سن لیتے ہیں۔ آپکی سماعت و بصارت نہایت ہی کمال کا درجہ رکھتی ہے کہ جس کا کوئی بھی فرد احاطہ نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالی ہم سب کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے ، حضور اکرم ﷺ سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ناموس رسالت ﷺ

محمد حسان رضا اعینی

تمام تعریفیں اس پروردگار عالم کے لئے جس نے تمام کائنات کوادب کے دائرے میں پیدا فرمایا پھر ہر مخلوق کو اپنے قانون فطرت کے مطابق خاص نظام ادب کا پابند بنایا اور درود و سلام ہو اس کے حبیب پاک، سرور عالم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے امت کو ادب کا درس دیا جس نے اس درس پر عمل کیا وہ کامیاب ہوا اور جنہوں نے غفلت اختیار کی وہ خائب و خاسر ہوا۔

ایک زمانہ تھا کہ ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ ماں، باپ، آل، اولاد، اور مال کی محبت پر غالب تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارے پر صدہا وجود حرکت میں آنے لگتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر لعاب دہن گراتے تو وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر گرتا تھا آپ وضو فرماتے تو اس پانی کو لینے اور منہ پر ملنے کے لیے لوگ ہر طرف سے ہاتھ پھیلا دیتے آپ کا کوئی تراشا ہوا ناخون یا موئے مبارک گرتا تو لوگ ادب سے اٹھا کر احتیاط سے محفوظ رکھتے۔ یہی وہ طاقت تھی جو جسم اسلام میں روح کا کام کر رہی تھی اور دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں روما و ایران کو بھی پامال کرتی چلی گئی۔

آج مسلمانوں میں جذبہ عشق رسول سرد ہو چکا ہے آج دشمنان اسلام ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی زبانیں دراز کرتے ہیں تو کوئی اکا دکا عاشق رسول ہی جان ہتھیلی پر لے کر نکلے تو نکلے ورنہ پوری امت پر ایک غفلت کی نیند طاری ہے یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان نہایت کمزور ہیں، ذلیل ہیں، اور تمام

اقوام سے گرے ہوئے ہیں۔ عشق رسول ہی مسلمانوں کی روح تھی وہ ناپید ہو چکی ہے لہذا ہم نے فرض سمجھا کہ اس گمراہی کے عالم میں حق کی آواز بلند کریں اور لوگوں کو حضور کی عزت کا مسئلہ بتایا جائے جو مسئلہ تمام مسائل سے اول وضروری ہے۔

تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

اللہ تعالی نے مسلمانوں پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو لازم فرمایا ہے تمہارے رب قدیر کا فرمان ہے

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا

(سورۃ الفتح،۸۔۹)

بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشی اور ڈر سناتا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔

تفسیر قرطبیؒ میں اس آیت کے تحت فرمایا:

[و تعزروه] أي تعظموه و تفخموه؛ قاله حسن و الكلبي

[تفسير القرطبي، الجزء التاسع عشر]

یعنی "تعزروہ" کا معنی ہے "اے لوگوں تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرو" یہ امام حسن بصری اور کلبی کا قول ہے۔

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالی نے مسلمانوں کو حضور کی تعظیم وتوقیر کرنے کادرس دیا۔اس سے پتہ چلتاہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم مسلمانوں پر فرض ہے۔

صحابہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

بخاری شریف میں صلح حدیبیہ کے تعلق سے ایک طویل حدیث مروی ہے کہ حضرت عروہ بن مسعود کفار قریش کا نمائندہ بن کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے آئے۔ تو آپ نے صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی تعظیم کرتے دیکھا جس کی مثال نہیں ملتی، بخاری کے الفاظ ہیں:

إِنَّ عُرْوَةَ جَعَلَ يَرْمُقُ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم بِعَيْنَيْهِ. قَالَ فَوَاللَّهِ مَا تَنَخَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم نُخَامَةً إِلاَّ وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ، فَرَجَعَ عُرْوَةُ إِلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ أَيْ قَوْمِ، وَاللَّهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ، وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ وَكِسْرَى وَالنَّجَاشِيِّ وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ، يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم مُحَمَّدًا

(صحيح البخاري، كتاب الشروط، باب الشُّرُوطِ فِي الْجِهَادِ وَالْمُصَالَحَةِ مَعَ أَهْلِ الْحَرْبِ وَكِتَابَةِ الشُّرُوطِ 2731)

حضرت عروہ(دوران گفتگو) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھ رہے تھے پھر راوی نے کہا، اللہ کی قسم جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعاب دہن گراتے وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی میں آ جاتا وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتے تھے(اللہ اکبر یہ ہوتی ہے اصل محبت)اور جب آپ کوئی حکم فرماتے تو وہ سب اس کی تعمیل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے اور جب آپ وضو فرماتے تو آپ تو وہ آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لینے کے لئے اس طرح چھپٹتے تھے گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب آپ بات کرتے وہ سب آپ کے سامنے اپنی آوازوں کو پست کر دیتے اور وہ آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کو نظر بھر نہیں دیکھتے تھے۔

پھر حضرت عروہ اپنی قوم کی طرف واپس لوٹے اور کہا اے لوگو! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے پاس گیا ہوں اور میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس گیا ہوں اور اللہ کی قسم میں نے ہر گز نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی اس کے لوگ اتنی تعظیم کرتے ہو جتنی تعظیم سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں۔

گستاخی کسے کہتے ہیں:

عوام بلکہ بہت بڑے سمجھدار لوگ سمجھتے ہیں کہ گستاخی شاید گالی دینے یا کسی کو عیب لگانے یا اس کی تحقیر و توہین کے الفاظ ہی کا نام ہے نہیں نہیں بلکہ گستاخی کی ایک قسم اور بھی ہے کہ اللہ تعالی، ملائکہ، انبیاء کرام، اور بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے کلمات بولنا جو ان کی شان کے لائق نہ ہوں یا آپ کی نسبت اقدس کو کسی حقیر و قبیح چیز سے تشبیہ دینا بھی گستاخی ہے اور یہ عوام بلکہ بہت سے خود کو علماء کہلوانے والے بھی کہ گزرتے ہیں پھر انہیں اس پر آگاہ کیا جائے تو تاویلیں گڑنے لگتے ہیں۔

قرآن مجید سے اس کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ

(سورۃ البقرۃ؛ 104)

اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

تفسیر در منثور میں اس آیت کے تحت فرمایا:

عن ابن عباس في قوله : "لا تقولوا أراعنا" : وذلك أنها سبة بلغة اليهود ، فقال تعالى : "وقولوا أنظرنا" . يريد : اسمعنا. فقال المؤمنون بعدها : من سمعتموه يقولها فاضربوا عنقه فانتهت اليهود بعد ذلك

(الدر المنثور ، الجزء الاول)

حضرت ابن عباس اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ لفظ "راعنا" یہود کی زبان میں گالی تھا اللہ تعالی نے ایمان والوں سے فرمایا تم کہو حضور ہم پر نظر رکھیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد مومنین کہتے تھے کہ جس کو تم یہ لفظ (راعنا) استعمال کرتے ہوئے سنو اس کی گردن اڑا دو تو یہود اس کے بعد اس لفظ کے استعمال سے رک گئے۔

ثابت ہوا جس لفظ میں دو پہلو نکلتے ہوں ایک اچھا اور ایک برا تو اسے بھی استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ صحابہ کرام لفظ راعنا رعایت کے معنی میں لیتے تھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری رعایت فرمائے

لیکن یہودی اس لفظ کو گستاخی کی نیت سے کہتے تھے اللہ تعالی نے قیامت تک کے لیے اس لفظ کے استعمال پر روک لگادی اور فرمایا اب تم لوگ "انظرنا" کہو اور آگے فرمایا کہ کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

گستاخ رسول کی سزا:

قرآن کریم کا اس بارے میں واضح فرمان ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا

(سورة الأحزاب؛ 57)

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔.

بخاری اور مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ۔ رضی الله عنه۔ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم دَخَلَ عَامَ الْفَتْحِ، وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ، فَلَمَّا نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ، فَقَالَ إِنَّ ابْنَ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ. فَقَالَ "اقْتُلُوهُ".

(صحيح البخاري، كتاب جزاء الصيد، 1846)

کہ فتح مکہ کے سال جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہر مکہ میں داخل ہوئے آپ کے سر پر لوہے کا خود تھا جب آپ نے خود اتارا تو کسی شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آپ کی شان میں توہین کرنے والا) ابن خطل کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہے آپ نے فرمایا اس کو قتل کردو۔

امام حجر عسقلانی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

فأخذ عبد الله بن خطل من تحت أستار الكعبة فقتل بين المقام و زمزم

یعنی ابن خطل کو کعبہ کے پردوں سے نکال کر مقام ابراہیم اور بئر زمزم کے درمیان قتل کردیا گیا۔

(فتح الباري)

امام نووی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

قال علماء؛ إنما قتله لأنه قد كان ارتد عن الإسلام و كان يهجو النبي صلى الله عليه وسلم و يسبه

(شرح النووی علی المسلم)

کہ علماء نے فرمایا اسے اس لیے قتل کیا گیا کیونکہ وہ مرتد ہو گیا تھا اور وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا۔

نوٹ: اس سے معلوم ہوا کہ گستاخ رسول اگرچہ کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا ہو اسے بھی قتل کردیا جائے۔

امام ابن عابدین شامی حنفی اپنے رسالہ "**تنبيه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام**" میں لکھتے ہیں:

قال محمد بن سحنون: أجمع العلماء على أن شاتم النبي والمنتقص له كافر، والوعيد جار عليه بعذاب الله تعالى له، وحكمه عند الأمة القتل، ومن شك في كفره وعذابه كفر.

(صفحہ ٤٤)

محمد سحنون فرماتے ہیں علمائے امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا اور آپ کی توہین کرنے والا کافر ہے۔اور اس کے لئے اللہ تعالی کی بعید جاری ہے۔اور امت کے نزدیک اس کا حکم قتل ہے۔جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

قارئین کرام! ہم نے یہاں قرآن وحدیث سے یہ ثابت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہر مسلمان پر فرض ہے اور جو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ذرہ برابر توہین کرے وہ کافر ہے اور مستحق قتل ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح معنوں میں محبت کرنے والا بنا دے۔اور ہمیں ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرے دار بنا دے۔اس شعر کے ساتھ میں اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔

علم انسان کی ایک غیبی آنکھ ہے

عامر حمید مرکزی

علم کی اہمیت وضرورت مسلم ہے، ہر کس وناکس اس کی عظمت وافادیت سے بخوبی واقفف ہے۔ علم کے حصول کی فضیلت کسی مذہب، کسی دین یا کسی قبیلہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر انسان بحیثیت انسان اس کی اہمیت کا معترف ہے۔ وہ اس لیے کہ خالق کائنات نے جب حضرت انسان کی بصورت حضرت آدم علیہ السلام اس دنیا میں تخلیق فرمائی تو اس نے حضرت آدم کو تمام مخلوقات غرض یہ کہ تمام جنات وملائکہ پر فوقیت دی اور وجہ ترجیح کوئی اور شئ نہیں بلکہ اللہ نے علم ہی کو وجہ ترجیح بنایا جس کی تائید و تصدیق میں فرشتوں نے اپنا سر تسلیم خم کردیا اور اعتراف وعظمت کئے بغیر نہ رہ سکے۔

اگر ہم علم کے حصول کی افادیت پر غور کریں تو ہمیں پتا چلے گا کہ علم کس قدر ضروری ہے۔ علم وہ نور ہے جو عام انسان کو معزز بنادیتا ہے اگر غلام میں پیدا ہو جائے تو اس کو سربلندی مل جاتی ہے اور بادشاہ میں آجائے تو اس کے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔ علم انسان کی غیبی آنکھ ہے جس کے ذریعہ وہ بہت کچھ دیکھ لیتا ہے، علم وہ خوشبو ہے کہ جتنا کھلتا ہے اتنا ہی خوشبو دیتا ہے۔ علم ہی انسان کی شخصیت کو مضبوط بناتا ہے۔ علم انسان کو دین وملت اور معاشرے میں ایک باوقار زندگی کا حامل بناتا ہے۔ علم ہی انسان کو مہذب ومؤدب اور سلیقہ مند بناتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا کہ علم دولت سے بہتر ہے، دین خزانہ ہے اور علم اس کا راستہ، دولت خرچ کرنے سے کم ہوتی ہے اور علم بڑھتا ہے۔ تم دولت کی حفاظت کرتے ہو اور علم تمہاری حفاظت کرتا ہے۔

وہ علم ہی ہے جس کے توسط سے انسان انسانیت سیکھتا ہے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت سیکھتا ہے۔ وہ علم ہی ہے جو اخوت و بھائی چارگی سکھاتا ہے۔ حضرت مولانا روم نے فرمایا تھا اگر میرا علم مجھے انسان سے محبت کرنا نہیں سکھاتا تو ایک جاہل مجھ سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

علم کیسے حاصل ہوتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر فطری طور پر حرص و طمع کی دولت پیدا فرمائی ہے تو انسان جس کی طلب میں حریص ہو جاتا ہے یقیناً اس کو حاصل کر ہی لیتا ہے اگرچہ حرص و طمع کے منفی پہلو بھی ظاہر ہیں لیکن اس کا استعمال مثبت انداز میں کیا جائے تو بھلائی ہاتھ آئے گی۔ حضرت شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں کہ دو حریص کبھی آسودہ نہیں ہوتے ایک مال کا حریص اور دوسرا علم کا حریص، معلوم ہوا کہ علم کی طلب میں حرص اچھی چیز ہے۔ علم جہاں پڑھ کر، سن کر اور دیکھ کر حاصل ہوتا ہے وہیں اس کا سب سے زیادہ تعلق متعلم کے ذوق و شوق پر بھی ہے جس قدر پیاس بڑھتی جائے گی سیرابی ملتی جائے گی۔ کسی دانش مند نے کہا تھا کہ علم نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے یہ بس طالب علم کی دلچسپی اور لگن پر منحصر ہے۔

بو علی سینا جیسے عظیم منطقی و فلسفی سے ہر صاحب خرد واقف ہے جسے منطق کا معلم اول قرار دیا گیا ہے جب اس نے بیمار بادشاہ کا کامیاب علاج کر دیا تو بادشاہ نے خوش ہو کر اس سے کہا اے میرے طبیب تو نے مجھے نئی زندگی دی ہے میں آج بہت خوش ہوں مانگو؛ تمہیں منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔ قارئین کرام! غور فرمائیں بو علی سینا کے سامنے بادشاہ کی طرف سے کتنی بڑی پیش کش تھی اگر وہ چاہتا تو بادشاہ کی جائداد میں شرکت کا مطالبہ کرتا یا اس کی شہزادی سے نکاح کی مانگ کرتا مگر اس کی فکر کی بلندی اور طلب علم کی چاہ دیکھئے؛ بو علی سینا نے کہا بادشاہ سلامت اپنی شاہی لائبریری میں مجھے کتابوں کے مطالعہ کی اجازت دے دیجئے آج بے شمار لائبریریاں اور کتب خانے موجود ہیں اگر ہم چاہیں تو سیر کتب کر سکتے ہیں مگر وقت کی قدر و قیمت یک لخت نظر انداز کر کے فضول باتوں اور کاموں میں اپنے وقت کو گزار دیتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے کامیاب ہونے کے مواقع گنوا دیتے ہیں اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

علم کس سے حاصل کیا جائے:

یہ ایک آفاقی حقیقت ہے کہ حصول علم درس و مشاہدہ سمیت کئی خارجی ذرائع سے ہی ممکن ہوتا ہے ان میں مرکزی حیثیت استاد اور معلم ہی کی ہے جس کے بغیر صحت مند معاشرے کی تشکیل ناممکن ہے۔ معلم ہی وہ اہم شخصیت ہے جو تعلیم و تربیت کا محور، منبع و مرکز ہوتا ہے ترقی یافتہ قوموں اور مہذب معاشروں میں استاد کو ایک خاص مقام و مرتبہ اور نمایاں حیثیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ مہذب، توانا، پرامن اور باشعور معاشرے کا قیام استاد ہی پر مرہون منت ہے۔

اسلام نے دنیا کو علم کی روشنی عطا کی، استاد کو عظمت اور طالب علم کو اعلیٰ وارفع مقام عطا کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقام و مرتبہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔

(ابن ماجہ)

اسلام نے استاد کو روحانی والد قرار دے کر ایک قابل قدر ہستی اور محترم و معظم شخصیت کی حیثیت عطا کی۔ معلم کے کردار کی عظمت واہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس عالم رنگ و بو میں معلم اول خود رب کائنات ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ آدم علیہ السلام کو اللہ کریم نے سب چیزوں کے اسماء کا علم عطا کیا۔ (البقرہ)

انسان کی تخلیق کے ساتھ ساتھ تعلیم کا بھی انتظام فرمایا۔ رحمٰن ہی نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا اس کو گویائی سکھائی۔ (الرحمن)

ذریعہ تعلیم قلم کو بنایا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے سکھایا اور آدمی کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ (العلق)

معلم کائنات نے انسانیت کی رہنمائی اور تعلیم کے لئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کو معلم و مربی بنا کر بھیجا۔ ہر نبی شریعت کا معلم ہونے کے ساتھ ساتھ کسی ایک فن کا ماہر اور معلم بھی ہوتا تھا جیسے حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں زراعت و صنعت و حرفت کے معلم اول تھے۔ کلام کو ضبط تحریر میں لانے کا علم سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے ایجاد کیا، حضرت نوح علیہ السلام نے لکڑی سے چیزیں بنانے کا علم متعارف کروایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے علم مناظرہ اور حضرت یوسف

علیہ السلام نے علم تعبیر الرویا کی بنیاد ڈالی۔ خاتم الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معلم کو انسانوں میں بہترین شخصیت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

(بخاری)

ارشادِ گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تمہارے دنیا میں تین باپ ہیں، ایک وہ جو تمہیں عدم سے وجود میں لے کر آیا، ایک وہ جس نے تمہیں اپنی بیٹی دی اور تیسرا وہ جس نے تمہیں علم سکھایا۔

حضرت علی نے فرمایا کہ جس شخص نے تمہیں ایک لفظ بھی سیکھادیا وہ تمہارا استاد ہے۔ والدین اپنی اولاد کو عدم سے وجود میں لے کر آتے ہیں مگر جب بچے کو درسگاہ میں بھیجتے ہیں تو استاد ہی ہوتا ہے جو اس کے ہاتھ میں قلم تھما کے سب سے پہلے اسے قلم پکڑنا سکھاتا ہے۔

معلم کی تعظیم علم کی تعظیم ہے:

انسان جس سے بھی کچھ سیکھے اس کا احترام فرض ہے۔ اگر سیکھنے والا، سکھانے والے کا احترام نہیں کرتا تو وہ علم حفظ بے معرفت گفتار ہے، اس میں اعمال کا حسن نہیں، گویا وہ علم جو عمل سے بیگانہ ہو وہ ایک بے معنی لفظ ہے۔ علم کسی بھی نوعیت کا ہو اس کا عطا کرنے والا بہر حال قابل عزت ہے اور جب تک ادب و احترام کا جذبہ دل کی گہرائیوں سے نہیں ہو گا تب تک نا علم کا گلزار مہک سکے گا اور نہ ہی علم طالب علم کے قلب و نظر کو نورانی بنا سکے گا۔ باقی تمام چیزیں انسان خود بناتا ہے مگر انسان کو کون بناتا ہے؟ میری مراد انسان کی تخلیق نہیں بلکہ انسان کا بشریت سے آدمیت کی طرف سفر ہے۔ انسان کو بہتر اور اچھا انسان بنانے والے فنکار کا نام معلم ہے۔ اسی لئے اس کا کام دنیا کے تمام کاموں سے زیادہ مشکل، اہم اور

قابل قدر ہے۔استاد اور شاگرد کا رشتہ روحانی رشتہ ہے یہ تعلق دل کے گرد گھومتا ہے۔اور دل کی دنیا محبت وارادت کی کہکشاں سے بکھرتی ہے۔

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود کو معلم کہا۔آپ کے شاگرد یعنی آپ کے اصحاب آپ کا کتنا احترام کرتے تھے۔دنیا کی تاریخ ایسی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔دوستو!احترام استاد ایک عظیم جذبہ ہے۔

ارشاد گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

کہ ایک استاد کی حیثیت روحانی باپ کی سی ہے۔اس کا حق اپنے شاگردوں پر اتنا ہی ہے جتنا باپ کا اولاد پر۔ہر عظیم انسان کے دل میں اپنے اساتذہ کے احترام کے لیے بے پایاں جذبات ہوتے ہیں یہی اس کی عظمت کی دلیل ہے۔ہمارے سامنے یوں تو بے شمار مثالیں اس سلسلے میں موجود ہیں لیکن یہاں صرف سکندر اعظم کی مثال پیش کروں گا۔سکندر استاد کا بے حد احترام کرتا تھا۔کسی نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو سکندر نے جواب دیا۔

میرا باپ مجھے آسمان سے زمین پر لایا۔جب کہ میرا استاد ارسطو مجھے زمین سے آسمان پر لے گیا۔میرا باپ باعث حیات فانی ہے اور استاد موجب حیات جاوداں۔میرا باپ میرے جسم کی پرورش کرتا ہے اور استاد میری روح کی۔

محترم قارئین! علم اور طالب علم کے مابین تعلق چونکہ ایک روحانی ہوتا ہے اسی وجہ سے معلم اور متعلم کے درمیان رشتہ علم کو روحانی پدر و پسر کا نام دیا جاتا ہے۔

معلم ایک باوقار شخص ہوتا ہے اور وہ اپنے طالب علم کے لیے رہنما بھی۔اس لیے معلم کو اپنے کردار کو صاف و شفاف رکھنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ معلم بیک وقت نفسیاتی،اخلاقیاتی،اور روحانی صلاحیت رکھتا ہے۔جسے طالب علم دیکھ کر اپنے اندر ایسی تبدیلی لانے کی کوشش کرتا ہے۔ معلم کی ہمہ جہت شخصیت اور موثر کارکردگی کے لیے بعض اہم اقدار و صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

عملی کردار:

طلباء اپنے استاد کو بہت باریک بینی سے دیکھتے ہیں یوں استاد کی چال ڈھال عادات واطوار اور اخلاق و کردار کا لاشعوری طور پر اثر قبول کرنے لگتے ہیں۔دوسرے لفظوں میں طالب علم معلم کا عکس ہوتا ہے۔اس لیے معلم کو اپنا کردار صاف اور شفاف رکھنا چاہیے۔

اخلاص:

اچھا معلم اپنے پیشے کے ساتھ مخلص ہوتا ہے۔اخلاص وہ جوہر ہے جس سے عمل میں لذت پیدا ہو جاتی ہے۔اپنے پیشے سے معلم کو جس قدر دلچسپی ہو گی اس کی راہ میں حائل رکاوٹ کم ہوتی چلی جائیں گی۔

مطالعہ کا شوق:

وسعت مطالعہ کی وجہ سے معلم اپنے مضمون پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔ جس معلم کو مضمون پر عبور نہیں ہو گا تب عام طالب علم بھی معلم کی کمزوری کو بھانپ لیگا اس لیے معلم کا مطالعہ جتنا وسیع ہو گا اس کے علم میں بھی اتنا ہی اضافہ ہو گا۔ اور نئ معلومات وہ طلبہ کو فراہم کر سکے گا۔ اور ذاتی صلاحیت میں اضافہ بھی ہو گا۔ طلباء بھی ایسے معلم سے رغبت بڑھانے اور اپنے مسائل کا حل تلاش کرنے میں اس کو ترجیح دیتے ہیں۔

ذمہ داری کا احساس:

ایک کامیاب معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ ذمہ دار ہو کیونکہ طلبہ کی ذمہ داری کا اندازہ ذمہ دار معلم کی شناخت ہے۔

شکر:

شکر کی تین قسمیں ہیں۔ قلبی، لسانی، اور عملی۔ قلبی شُکر کا مطلب دل میں منعم (محسن) کا احترام اور اس سے محبت ہو۔ جس ادارے سے منسلک ہے وہاں کے منتظمین کا قلبی شکر بے حد ضروری ہوتا ہے۔ جو معلم اپنے طلباء کے سامنے اپنے منتظمین کی برائیاں کرتا ہو اور اُس پر تنقید کرتا ہے وہ کامیاب معلم نہیں

ہوتا۔ لسانی شُکر دو طریقوں کا ہوتا ہے۔ ایک اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرے۔ دوسرا یہ کے اپنے محسن کا شُکر زبان سے ادا کرے جسے اللہ تعالٰی نے فرمایا: ''میرا شُکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے لوگوں کا شُکر ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شُکر ادا نہیں کیا۔ عملی شُکر سے مراد اللہ کی عطاء کی گئی نعمتوں کو ڈھنگ سے استعمال کرنا ہے۔

اچھی صحبت:

معلم کو چاہیے کہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرے تاکہ اُس کے پاس سے گزرنے والا طالب علم اس کے اخلاق کی خوشبو سے معطر ہو۔ معلم کی شناخت اس کے صحبت کے لوگوں سے ہوتی ہے۔ برے لوگوں سے خیر خواہی اور اصلاح کا تعلق تو رکھیں پر دوستی کا نہیں۔

صبر اور برداشت:

تعلیم کے میدان میں صبر و تحمل کی بڑی اہمیت ہے۔ جس معلم میں یہ صفت جس قدر ہو گی وہ طلبہ کو اسی قدر صحیح طور پر سمجھ سکے گا اور اُسے صحیح تعلیم دے سکے گا۔ جس قدر معلم میں یہ خوبی ہو گی وہ اُتنا ہی کامیاب معلم ہو گا۔

زہد و تقویٰ:

ایک کامیاب معلم میں زہد و تقویٰ کا ہونا بے حد ضروری ہے۔ جس معلم کی شاگرد کے مال پر نظر رہتی ہوا یسے معلم کی عزت شاگرد کی نظر میں کوڑی کی بھی نہیں ہوتی۔

امانت داری:

\

اچھا پیشہ ور وہ ہوتا ہے جس میں امانت کا وصف بخوبی موجود ہو۔ معلم کی امانت کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ وہ اپنے علم کو آگے منتقل کرنے میں سخی رہے۔ علم بانٹنے سے بڑھتا ہے اس بات کا بخوبی خیال رکھے۔

اخلاقی کردار:

ایک اچھا معلم اپنے اندر اچھے اخلاق رکھتا ہے۔ اس کے اندر جتنی بھی بری باتیں اور عادیتں ہیں ان سب سے جب تک پیچھا چھڑا نہیں لیتا اس میں اچھے اخلاق کا فقدان موجود نہیں رہے گا۔

قول و فعل میں مطابقت:

جس معلم کے قول اور فعل میں تضاد ہو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا بلکہ ایک بدنام اور ناکام معلم بن کر رہ جاتا ہے۔

در گزر کرنا:

طلبہ کو ایسا معلم کبھی بھی پسند نہیں ہوتا جو اس کی ہر چھوٹی بات کو پکڑے رکھے۔ در گزر کرنا ایک کامیاب معلم کی صفت ہوتی ہے اور ایسا معلم ہی دراصل کامیاب ہوتا ہے۔

غصہ کم کریں:

معلم کو چاہیے کہ اپنے غصہ پر قابو رکھے۔ زیادہ غصہ کرنے والا معلم طلبہ کے لیے ناپسندیدہ ہوتا ہے اور طلبہ ایسے معلم سے تعلیم حاصل نہیں کرتے بلکہ ڈر کی وجہ سے اُس معلم سے دور رہنا پسند کرتے ہیں۔

نقل نویسی سے طلبہ کو دور رکھیں:

امتحان کے دور میں کچھ معلمین اپنے مضمون میں زیادہ سے زیادہ طلبہ کو کامیاب کروانے کے لیے نقل بھی کرواتے ہیں۔ اس سے طلبہ کی صحیح معیاری جانچ نہیں ہو پاتی وہ آسانی سے نقل کرنا سیکھ لیتے ہے۔ طلبہ وقتی طور پر کامیاب تو ہو جاتے ہیں مگر مستقبل میں صحیح راہ حاصل نہیں کر پاتے۔

محبت اور انسیت:

معلم کو اپنے اندر محبت وانسیت جیسی صفات کو پروان چڑھانا چاہیے بچوں کو انسیت اور لگاؤ سے اپنے قریب کرے۔ سادہ اور آسان زبان میں دلکش انداز سے باتیں سمجھانے کی اہلیت رکھنا چاہیے۔

قارئین کرام! یہ وہ اوصاف ہیں جو ایک استاد کو مقام بلندی عطا کرتے ہیں اور طلبہ کے لئے اس کو رول ماڈل بناتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ درخت کی پہچان اس کے پھل سے ہوتی ہے اسی طرح شاگرد کی پہچان اس کے استاد سے ہوتی ہے لہذا جو استاد ان اوصاف کا حامل ہو گا تو اس کے شاگرد بھی بدرجہ اتم ان اوصاف سے متصف ہوں گے۔

قارئین کرام! اس مختصر توضیح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو علم حصول نفع یا وصول فائدہ کے لیے حاصل کیا جائے وہ یقینا لائق تحسین ہو گا اگرچہ دنیوی علوم ہی کیوں نہ ہوں۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے بعد کفار قیدیوں کے لیے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے ہر ایک قیدی دس دس مسلمانوں کو علم وہنر سکھائے اور یہ ظاہر ہے کہ کفار علوم دینیہ سکھانے کے حامل نہ تھے لہذا انہوں نے مسلمانوں کو وہ علوم سکھائے جو وہ جانتے تھے۔ اس سے پتہ چلا کہ علوم دنیا کو بالکل نظر انداز کر دینا بھی نادانی ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں علم نافع حاصل کرنے کی توفیق سے نوازے۔

طلاق کا صحیح مفہوم

محمد جاوید رضا مرکزی

اسلام ایک مکمل نظام حیات دیتا ہے اسلام نے مہد سے لے کر لحد تک کے پیش آنے والے سارے معاملات کو خوب وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے تاکہ دنیاوی زندگی بھی گزرتی رہے اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ حدود سے باہر بھی نہ ہو۔

انسان کو ایک عمر کے بعد جنس مخالف کی طرف لگاؤ ہونے لگتا ہے اور وہ ایک دوسرے کا قرب چاہتے ہیں کہ دونوں کو سکون ملے۔

مگر اللہ نے انسان کو جانوروں کی طرح بے مہار نہیں چھوڑا بلکہ اس کے لیے کچھ قائدے، قانون، ضابطہ اور حدود قائم فرمائے۔

اللہ عزوجل قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں، دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر تمہیں اس بات کا ڈر ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو صرف ایک۔

(سورۃالنساءآیت نمبر ۳)

اس میں صاف طور اللہ عزو جل نے پسند کا ذکر فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس سے نکاح کرواسے دیکھ لو۔

(مفہوم حدیث)

قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم پاتے ہیں کہ شادی میں کوئی زور زبردستی نہیں۔

بلکہ مرد و عورت کی مرضی کو دخل ہے کہ شادی دل جمعی کے ساتھ ہو کے آنے والی زندگی خوشگوار گزرے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت کچھ چھان بین کرنے کے بعد بھی طبیعتیں میل نہیں کھاتیں کہ ایک دوسرے کا رہن سہن, چال چلن، اٹھ بیٹھ، زندگی گزارنے کے طریقے، عادتیں مختلف ہوتیں ہیں، جسکے نتیجے میں کبھی کبھار ایک دوسرے کے ساتھ رہنا دشوار ہو جاتا ہے،

اب اگر ہم دنیا میں تمام مذاہب کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں ان میں شادی کے طور طریقے مل جائیں گے مگر ایسے حالات آجائیں توان سے کیسے نپٹا جائے اس کی وضاحت معدوم نظر آتی ہے۔

مگر قربان جاؤں شریعت طاہرہ پر کہ ہر ہر گھڑی رہنمائی کرتی ہے۔

اللہ عزو جل ایسے حالات کے لئے ارشاد فرماتا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا

مرد عورتوں پر نگہبان ہیں اس وجہ سے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس وجہ سے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو نیک عورتیں (شوہروں کی) اطاعت کرنے والی (اور) ان کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و توفیق سے حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور (نہ سمجھنے کی صورت میں) ان سے اپنے بستر الگ کر لو اور (پھر نہ سمجھنے پر) انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو (اب) ان پر (زیادتی کرنے کا) راستہ تلاش نہ کرو۔ بیشک اللہ بہت بلند، بہت بڑا ہے۔

اس میں سمجھانے کے طریقہ کو بیان کیا گیا ہے کہ مناسب انداز میں انہیں مارو۔ اس مار سے مراد ہے کہ ہاتھ یا مسواک جیسی چیز سے چہرے اور نازک اعضاء کے علاوہ دیگر بدن پر ایک دو ضربیں لگا دے۔ وہ مار مراد نہیں جو ہمارے یہاں جاہلوں میں رائج ہے کہ چہرے اور سارے بدن پر مارتے ہیں، مکّوں، گھونسوں اور لاتوں سے پیٹتے ہیں، ڈنڈا یا جو کچھ ہاتھ میں آئے اس سے مارتے اور لہولہان کر دیتے ہیں یہ سب حرام و ناجائز، گناہ کبیرہ اور پرلے درجے کی جہالت اور کمینگی ہے۔

اب اگر ان سب سے کام نہ چلے اور کوئی سبیل باقی نہ رہے تو آخر میں اسلام نے ایک راہ بتائی کہ اس کو اختیار کر سکتے ہیں تاکہ ایک دوسرے کو ستایا نہ جائے اور نہ ایک دوسرے سے قتل و غارت کی نوبت

آئے اور وہ راستہ طلاق ہے اسکے ذریعے آپ ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور اپنی اپنی زندگی گزاریں

۔

اللہ رب العزت نے اس طلاق کے احکام کو بھی صاف صاف بیان فرمایا اور اس کے لئے بھی حدیں قائم فرمائیں

طلاق مرد دے۔

کس طرح دے؟

کتنی دے؟

ان سب کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل کے ساتھ بتادیا۔

کہ مرد کے اختیار میں صرف تین طلاقیں ہیں۔

طلاق کیا ہے؟

نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہو جاتی ہے اس پابندی کو اٹھادینے کو طلاق کہتے ہیں۔

اور اسکی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ اسی وقت نکاح سے باہر ہو جائے اسے بائن کہتے ہیں۔

دوم یہ کہ عدت گزرنے پر باہر ہو گی اسکو رجعی کہتے ہیں۔

اب طلاق دینے کی تین صورتیں ہیں:

احسن: عورت جب حیض سے پاک ہو جسے طہر کہتے ہیں اس میں وطی (ہمبستری) نہ کی ہو اس میں ایک طلاق دے اور چھوڑ دے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔

یہ طریقہ سب بہتر ہے

حسن: عورت کو تین طہروں میں ایک ایک کر کے طلاق دے اس شرط کے ساتھ کے اس میں وطی نہ کی ہو اور نہ اسکو حیض آتا ہو۔

بدعی: یہ ہے کہ ایک طہر میں دو یا تین طلاقیں دے دی ہوں تین بار میں یا دو بار میں یا یوں کہے کہ تجھے تین طلاقیں ہیں۔

یہ جو آج کل ایک ساتھ تینوں طلاقیں دیتے ہیں انکے لئے فرمانے مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہے کہ آپ اس طرح طلاق دینے سے کس قدر ناراض ہو گئے۔

محمود بن لبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو خبر پہنچی کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو تین طلاقیں ایک ساتھ دے دیں اسکو سن کر غصے میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کتاب اللہ سے کھیل کرتا ہے حالانکہ میں تمہارے اندر ابھی موجود ہوں۔

مگر آج تو جہالت کا بول بالا ہے لوگ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہوئے ایک ساتھ تینوں طلاقیں دے دیتے ہیں۔

اب اسکے بارے میں بتایا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو وہ عورت اسکے لئیے اب کسی صورت جائز نہیں سوائے ایک صورت کہ۔

جس طرح اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں دوسرے احکامات ذکر فرمائے ہیں کہ اگر زنا کیا تو سو کوڑوں کی سزا متعین کی، اگر چوری کی تو ہاتھ کاٹا جائے ٹھیک اسی طرح اللہ عزوجل نے فرمایا

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ

اگر شوہر بیوی کو (تیسری) طلاق دیدے تو اب وہ عورت اس کیلئے حلال نہ ہو گی،

اب اگے بندوں پر رحم فرمایا اور فرماتا ہے:

حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ۗ

جب تک دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے،

(سورۃ البقرہ ۲۳۰)

اصطلاح فقہ میں اسکو حلالہ لفظ سے یاد کیا جاتا ہے۔

جسکو لیکر اسلام سے بغض رکھنے والے آئے دن شور وغل کرتے ہیں اور اس پاکیزہ و حکمت سے پر نظام پر انگلی اٹھاتے رہتے ہیں مگر کچھ ناعاقبت اندیش مسلم بھی اس میں گرفتار نظر آتے ہیں۔

اب غور کیا جائے شرع نے تو حلالہ کے لئے نکاح کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

شریعت میں سب کچھ عورت کی مرضی پر موقوف قرار دیا گیا ہے۔

اگر عورت کی مرضی ہو تو وہ کہیں بھی شادی کرے یا نہ کرے، اس میں وہ پورا پورا اختیار رکھتی ہے۔

اب اگر دوسرے شوہر سے طلاق ہو جائے یا مر جائے پھر بھی اس کو اختیار حاصل ہے کہ پہلے سے شادی کرے یا نہ کرے عندالشرع کوئی دباؤ نہیں۔

یہ کب ہے جب کے وہ تین طلاقیں دے دے اب جس طرح بھی دی ہوں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی نوجوان نسل کو احکام شرع سکھائیں تا کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچیں۔

جوانی کی بربادی

از:فردین احمد خاں فردین رضوی
(امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف)

الحمد للہ تعالیٰ و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الاعلیٰ

اللہ رکھے تیرے جوانوں کو سلامت　　　دے ان کو سبق خود شکنی خودنگری کا[ب]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی نوع انسان کو ایک مقررہ مدت کے لیے اس خاکدان گیتی میں بھیجا ہے جس کے بعد ہر انسان کو اپنے مالک حقیقی کی طرف پلٹنا ہے۔ ہر انسان کی زندگی میں چند مختلف ادوار ہوتے ہیں، عہد طفلی، جہاں وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کسی کے سہارے کا محتاج ہوتا ہے، عہد شباب، جہاں اس کے اندر شعور و فکر انگڑائی لیتے ہیں اور احساسات بیدار ہوتے ہیں، پھر اس کے آگے کے دور میں اس کی عقل کامل ہوتی ہے اور پھر اس کے انحطاط کا دور شروع ہوجاتا ہے، ضعف و پیری سے وہ ہمکنار ہوتا ہے اور بالآخر اپنی میعاد پوری کر کے اس دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے۔ اس تمہید سے واضح ہے کہ عہد طفلی اور عہد پیری میں آدمی گناہوں کے ارتکاب کی طاقت عہد شباب کے مقابل بہت کم یا پھر بالکل نہیں رکھتا، اور اس بات سے بھی مجال انکار نہیں کہ عبادت، اور خاص طور سے بدنی عبادت، بھی آدمی ان دو ادوار میں شباب کی بنسبت کم کر سکتا ہے۔ یوں اگر کہا جائے تو ہر چند غلط نہ ہوگا کہ انسان کی زندگی کے ان اہم ادوار میں عہد شباب اہم ترین دور ہے، اگر اسے تسلیم کرنے میں بھی کچھ تردد ہو تو اتنا تو ہر ذی شعور کو تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ دور دوسرے ادوار کے مقابلے میں زیادہ توجہ کا حامل ہے۔ اس مختصر سے مضمون میں ہم کوشش کریں گے کہ جوانی کے صحیح مفہوم کو سمجھ کر اس کی بربادی کے اسباب پر روشنی ڈالیں اور ممکنہ چارہ سازی پر غور کریں۔ وباللہ التوفیق

عہد شباب یا جوانی:

میرے معزز قارئین! کیا کبھی آپ نے غور فرمایا؟ آخر جوانی کیا ہے؟ اگر لغات عربیہ کا مطالعہ کریں تو پائیں گے کہ اہل عرب اسے کچھ یوں تعبیر کرتے ہیں:

الشباب مصطلح يطلق على مرحلة عمرية هي ذروة القوة و الحيوية و النشاط[١]

یعنی: شباب زندگی کے اس مرحلے کا نام ہے جس میں انسان کی قوتیں بیدار ہوتی ہیں اور وہ سرگرمی و جوش کا محور ہوتا ہے اور اس کی زندگی ارتقا کے مراحل سے دوچار ہوتی ہے۔

یقیناً جوانی اس دور کا نام ہے جب انسان کے اندر اُمنگوں کا ایک سیلاب ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے، جب اس کی تمام قوتیں انگڑائیاں لیتی ہیں، جہاں اس کے دل و دماغ میں جوش و خروش کے دریے بہتے ہیں، جہاں دل کے دامن میں بے پناہ خواہشات منتظر ظہور رہتی ہیں۔ اور اگر شباب کو اس طرح زبان تعبیر دی جائے تو غلط نہ ہوگا کہ یہ ایک انقلاب کا دور ہوتا ہے، ظاہری و باطنی تمام تر اوصاف اس دور میں آکر متغیّر ہو جایا کرتے ہیں، انسان کے نشیب و فراز، وضع، محاسن، خصائل الغرض ہر چیز انقلاب پذیر ہو جاتی ہے۔ کیا خوب کہا ہے جوؔش ملیح آبادی نے

کام ہے میرا تغیّر نام ہے میرا شباب　　　میرا نعرہ انقلاب و انقلاب و انقلاب[ج]

پھر اگر اس بات پر غور کیا جائے کہ آخر وہ کون سی عمر ہے جسے ہم انسان کی زندگی کا شباب کہہ سکیں تو اس میں مختلف افراد کی مختلف آراء ہیں، اقوام متحدہ کے مطابق:

The United Nations, for statistical purposes, defines those persons between the ages of 15 and 24 as youth.

یعنی: اقوام متحدہ، شماریاتی اغراض سے، عمر پندرہ ۱۵/ سے چوبیس ۲۴/ کے افراد کو شباب تسلیم کرتی ہے۔[٢]

وہیں اقوام متحدہ کے ماتحت ایک دوسرے ادارے یو۔این۔ہیبیٹیٹ (UN-Habitat) کے مطابق عمر پندرہ ۱۵/ سے پینتیس ۳۵/ کے افراد شباب میں شمار کیے جاتے ہیں۔[۳]

اگر تفاسیر کا مطالعہ کریں تو مختلف علما کی بھی یہی رائے ہے کہ جوانی کا عرصہ بلوغت سے پینتیس ۳۵/ سال یا چالیس سال ہے اس کے بعد کہولت کا عرصہ چالیس سے پچاس اور اس کے بعد پیری کا دور شروع ہو جاتا ہے۔

جوانی کی اہمیت:

محترم قارئین! جب ہم نے یہ جان لیا کہ انسان کی زندگی کا ایک وافر حصہ جوانی ہے اور در اصل زندگی میں انقلاب و تحریک کا دور بھی یہی ہوتا ہے، تو اس بات کو سمجھنے میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوگی کہ جوانی کے ایام میں عبادت کی کتنی فضیلت ہے اور اس دور میں آدمی کو نفسانی خواہشات سے کس قدر جہاد کرنا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب جسم میں قوت ہے، رگوں میں خون کا سیلاب ہے، توانائی قدم بوسی کر رہی ہے، دل و دماغ میں خیالوں کا ایک جہان آباد ہے اور جتنی بھی قوتیں ابھی بیدار ہوئی ہیں وہ سب اپنے جوہر دکھانے کی منتظر ہیں تاہم عقل میں بھی پختگی نہیں تو آدمی باآسانی غلط روش اختیار کر سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ان تمام تحائف قدرت کو اپنی نادانی میں برباد کر بیٹھے، ان تمام انعامات کو نفس و ھویٰ کی نذر کر دے، کسی خواہش کی ہلکی سی چنگاری اس کے نہاں خانے میں آتش زنی کا سبب بنے، تغیر و انقلاب کی بجلیاں اس کے خرمن کو زیر و زبر کر دیں، ذرا سی ٹھوکر سے دل نازک پارہ پارہ ہو جائے، ادنی سا غم و فکر اس کے دماغ میں زلزلہ بن کے ابھرے۔ ایسے میں کتنا ضروری ہے کہ ایک نواجوان کے عہد شباب کی حفاظت کی جائے، اسے ان تمام اشیا سے دور رکھا جائے جو اس کی جوانی کو برباد کر سکتی ہیں۔ میرے معزز قارئین غور فرمائیں! آج کے اس پر آشوب دور میں جہاں عریانیت، فحاشی عام ہو چکی ہے، محفلوں میں شراب و زنا کا

دور دورہ ہے، آدمی کی فکر و نظر کی پاکیزگی ختم ہو چکی ہے، ذہن پراگندہ ہو چکا ہے، ایک نواجوان کس طرح اپنی حیا و عصمت و عزت کی پاسبانی کرے؟ کیسے اپنے آپ کو اس دل دل میں گرنے سے بچاے؟ کیوں کر اس مکر و فریب کے دام سے خود کو آزاد کرے؟ یہ اس وقت کا سب سے اہم سوال ہے جس کے جواب میں مغربی دانشوروں کے ذہن گنگ اور سر شرم سے جھکے ہوے ہیں۔

حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی　　　　خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ[ح]

اسلام میں جوانی کا تصوّر:

اللہ تبارک و تعالی کا نازل کردہ اسلام پوری کائنات کے لیے کامل و اکمل طریقۂ زندگی اور دستور حیات کی حیثیت رکھتا ہے، یہ ہر دور اور ہر عصر کا دین ہے، یہ کبھی وقت کی تیز رفتاری کے سبب بوسیدہ نہیں ہوتا، بلکہ ہر گزرتا لمحہ اس کی شان و عظمت میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔ جہاں اسلام نے انسان کی زندگی کے ہر پہلو کے حوالے سے واضح نظام عمل ہمیں دیا ہے وہیں عہد شباب جیسے اہم ترین دور کو صحیح طریقے سے بسر کرنے کا مکمل ضابطہ بھی اس میں موجود ہے۔ اگر ایک اسلامی نوجوان کا خد و خال دیکھنا چاہیں تو آئیے پیغمبر انسانیت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ارشادات میں تلاشیں۔

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللَّهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لاَ ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ: إِمامٌ عادِلٌ، وشابٌ نَشَأَ فِي عِبادَةِ اللَّهِ تَعالى، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي المَسَاجِدِ، وَرَجُلانِ تَحابَّا فِي اللَّهِ: اجتَمَعا عَلَيهِ، وتَفَرَّقا عَلَيهِ، وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ، وَجَمَالٍ فَقالَ: إِنّي أَخافُ اللَّهَ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفاها، حتَّى لا تَعْلَمَ شِمالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينهُ، ورَجُلٌ ذَكَرَ اللَّهَ خالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ . (متفق عليه)

ترجمہ: قیامت کے دن سات طرح کے انسان کو اللہ کا سایہ حاصل ہو گا جس دن سوائے اللہ کے سایہ کے کسی اور طرح کا کوئی سایہ نہ ہو گا، ان میں سے امام عادل ، ایسا نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری، ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں معلق رہتا ہو

، دو ایسے انسان جو آپس میں ایک دوسرے سے محبت اور نفرت صرف اللہ کے لیے کرتے ہیں او رایسا شخص جسے کسی خوب صورت او رباحیثیت عورت نے گناہ کی دعوت دی اور اس نے کہا ہو کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، اور ایسا شخص جو اتنی راز داری سے صدقہ کرتا ہو کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوسکے کہ دائیں ہاتھ سے کچھ دیا ہے او رایسا شخص کہ جب بھی اللہ کا ذکر کرے تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ [۴]

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضِی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میری تقدیر پر ایمان لانے والا، میرے لکھے پر راضِی رہنے والا، میرے دیے ہوئے رزق پر قناعت کرنے والا، اور میری رضا کی خاطر نفسانی شہوات کو ترک کرنے والا نوجوان میری بارگاہ میں میرے بعض فرشتوں کی مانند ہے۔ [۵]

معلوم یہ چلا کہ اسلام میں نوجوان وہی بہترین ہے جو اپنی جوانی کو نفسانی خواہشات سے پرے رکھ کر خداوند تعالی کی بندگی میں لگا رہے اور اپنی عصمت و پارسائی کی خوب حفاظت کرے۔ یوں ہی چوں کہ جوانی میں عبادت سے روکنے والے بہت سے اسباب ہوتے ہیں، جوانی میں عبادت کرنے والے کی فضیلت بوڑھے عابد سے زیادہ ہے، ارشاد نبوی ہے:

صبح کے وقت عبادت کرنے والے نوجوان کو بڑھاپے میں عبادت کرنے والے بوڑھے پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے کہ جیسی مرسلین (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کو تمام لوگوں پر۔ [۶]

ان ارشادات نبویہ میں ہر نوجوان کے لیے علم و حکمت کا خزانہ موجود ہے، یہ وہ بحرِ بے کراں ہے جہاں سے لاکھوں افراد علم و حکمت کے جام پی چکے اور آج بھی یہ ویسا ہی لبالب بھرا ہوا ہے، بلکہ میرے آقا صلی

اللہ علیہ وسلم نے تو خود فرما دیا کہ "بے شک اللہ دینے والا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں"[ے]کیا خوب امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم   رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں[ر]

میں نہایت ذمہ داری سے کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہر انسان بالخصوص ہر نوجوان ان ارشادات پر عمل کر لے تو اس کی زندگی رشک صد آفتاب ہو جائے گی اور وہ اپنے مقصد حقیقی کو پا لے گا۔

جوانی کی بربادی کے اسباب:

اے مسلم قوم کے نوجوانوں! کیا تمہیں کچھ خبر بھی ہے؟ دنیا نے تمھارے لیے کیسے کیسے جال بچھا رکھے ہیں؟ ہر گلی ہر چوراہے ہر کوچے ہر محلے میں عریانیت کو سر عام مفت تقسیم کیا جا رہا ہے۔ تمھاری جیبوں میں رکھے موبائل سے لے کر گھروں میں سجے ہوئے ٹی وی تک، کون سا ایسا مقام ہے جہاں فحش و عریاں افراد نظر نہ آتے ہوں؟ بے رہ روی کی شکار نسواں کو چند پیسوں کا لالچ دے کر سر عام عریاں کیا جا رہا ہے، ایک عورت کی عصمت و عزت کو ہر لمحہ زندہ درگور کیا جا رہا ہے۔ عورت کو فقط ایک کھیل کا سامان بنا کر اس کی پاکیزگی کو بیچ چوراہے پر ذبح کیا جا رہا ہے۔ اور یہ سب کچھ ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے! آج کا نوجوان دراصل عریانیت کے سوداگروں کے ہاتھوں بک چکا ہے، اس کے حوش و خرد پر آوارگی کے سیاہ پردے گر چکے ہیں اور اسے اب اپنی پارسائی کا کچھ خیال نہیں رہا۔ اس نوجوان کو تماشے باز بے غیرت افراد کا گندہ طرز حیات تو حفظ ہے مگر یہ کردار یوسف علیہ السلام کو بھول چکا ہے، اسے کھیلنے کودنے والے لوگوں کی زندگیوں کے بارے میں تو مکمل معلومات ہے مگر اسے بدر و حنین و احزاب کا کچھ علم نہیں، یہ اپنی آنکھوں کو گندی و فحش عورتوں کے اعضا دیکھ کر سیاہ تو کرنا جانتا ہے مگر اسے قرآن پڑھ کر یاد الٰہی میں آنکھیں تر کرنا نہیں آتا۔ حقیقت حال تو یہ ہے کہ قلم و بیان کی شرافت نے میرے ہاتھوں میں سلاسل

ڈال دیے ہیں ورنہ وہ سب بیان کرتا جو آج کا نوجوان کر رہا ہے۔ اگر سچ پوچھیں تو در اصل آج کا نوجوان زندہ نظر تو آتا مگر اندر سے وہ مر چکا ہے، اس کا ضمیر کب کا دفن ہو چکا، خرد کب کی رحلت فرما گئی، عشق و یقین کب کے فوت ہو چکے۔

خرد نے کہہ بھی دیا "لاالہ" تو کیا حاصل　　　دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں [ل]

چارہ سازی:

اے نوجوان نسل کے لوگوں! مالک حقیقی کی بارگاہ میں کیا جواب دو گے؟ جس اسلام کے لیے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے جاں باز نے اپنی جان قربان کی، امام حسین رضی اللہ عنہ جیسے شیر نے سر قلم کروایا، صحابہ نے خون جگر سے جس درخت کو سینچا ہے، تم اسی کی جڑیں کھودنے میں لگے ہو! تمہیں اسی دین کی حکمتیں پابندیاں نظر آتی ہیں؟ تمہیں اسی نظام پر عمل مشکل نظر آتا ہے؟ نہیں میرے دوستوں نہیں! اسلام ہی تمھارا سب سے اچھا ساتھی ہے، یہ دنیاوی دوست تو آج ہیں کل نہیں ہوں گے مگر یہ اسلام تمہیں کل قیامت کے دن سرخ رو کرے گا۔ آج بھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے یاد رکھو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول۔

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری　　　وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیزگار [م]

جوانی میں تقوی و پرہیزگاری اختیار کرنا ہی تو پیغمبروں کا شیوہ ہے ورنہ بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے، اسی لیے میرے ساتھیوں بے حیائی، عریانیت اور فحاشی سے قطعا الگ ہو جاؤ اور زمانے کو پیغام دو کہ مسلمان کل بھی اس مغربی نظام سے مستغنی تھا اور آج بھی ہے۔

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلّی میں　کہ پایا مَیں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی [ن]

اللہ تبارک و تعالی ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے اور مذہب اسلام کا سچا پیرو کار بنائے۔

آمین یا رب العلمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ و آلہ افضل الصلوات و اکرم التسلیم

مصادر و مراجع

[ا]۔ المعجم المنجد في اللغة العربية المعاصرة، الطبعة الثانية، 2001

[۲]۔اقوام متحدہ آفیشل دستاویز رابطہ لنک:

https://undocs.org/en/A/36/215

[۳]۔اجینڈا 21رابطہ لنک:

http://www.unhabitat.org/pmss/listItemDetails.aspx?publicationID=3393

[۴]۔[سنن نسائی حدیث:۵۳۸۲]

[۵]۔ [جمع الجوامع، جلد:9، صفحہ:276، حدیث:28714]

[۶]۔[جمع الجوامع، جلد:5، ص:235، حدیث:14769]

[۷]۔ [صحیح البخاری حدیث: 1 7]

اشعار

[ب]۔محمد اقبال؛ڈاکٹر؛اے پیر حرم؛اقبال اکادمی کلیات صفحہ۵۷۱۔

[ج]۔ ۔ جوش ملیح آبادی؛متفرق اشعار۔

[ح]۔محمد اقبال؛ڈاکٹر؛جاوید کے نام؛اقبال اکادمی کلیات صفحہ ۴۴۱۔

[ر]۔احمد رضا؛امام؛الاستمداد۔

[ل]۔محمد اقبال؛ڈاکٹر؛تصوف؛اقبال اکادمی کلیات صفحہ ۵۴۷۔

[م]۔سعدی شیرازی؛شیخ؛متفرق اشعار۔

[ن]۔محمد اقبال؛ڈاکٹر؛ایک نوجوان کے نام؛اقبال اکادمی کلیات صفحہ ۴۴۵۔

ماحول بدلیں، عادتیں خود بدل جائیں گی

غلام مصطفےٰ النعیمی

انسانی زندگی کے نشوونما میں ماحول کا بڑا دخل ہوتا ہے...ہر انسان اپنے آس پاس کے ماحول سے متاثر ہوتا ہے...اسی کے مطابق سوچ وفکر پروان چڑھتی ہے...اسی لئے آقائے دوجہاں ﷺ فرماتے ہیں

الرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ.

(ابوداؤد شریف رقم الحدیث 4833)

آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

انگریزی کی مشہور کہاوت ہے:

The life is ten percent how to make it and Ninety percent how to take it.

.دس فیصد زندگی وہ ہے جسے آپ خود بناتے ہیں لیکن نوّے فیصد زندگی ماحول بناتا ہے۔

انسانی زندگی میں ماحول کی بہت اہمیت ہے۔ماحول ہی انسان کی سوچ، شعور اور شخصیت پر اثرانداز ہوتا ہے۔جو جس ماحول میں رہتا ہے اس کا ذہن اسی کے مطابق کام کرتا ہے۔اس لئے اچھے معاشرے اور بہترین شخصیت کی تشکیل کے لئے اچھا ماحول ہونا بے حد ضروری ہوتا ہے۔

علی بن جہم ایک طبع زاد اور فصیح و بلیغ شاعر تھا.... لیکن اس کا زندگی کا بڑا حصہ صحراؤں اور دیہاتوں میں گزرا تھا.... اکھڑ اور سخت مزاج لوگوں سے یاریاں تھیں... اسی وجہ سے بہترین شاعر ہونے کے باوجود علی بن جہم میں بھی روکھا پن اور اکھڑ مزاجی کا غلبہ تھا.... اس زمانے میں خلیفہ ابو جعفر متوکل علی اللہ (پ 207ھ - م 247ھ) تخت خلافت پر متمکن تھا... ایک مرتبہ علی بن جہم وارد بغداد ہوا تو لوگوں نے اسے ترغیب دلائی کہ تم بھی خلیفہ کی شان میں کوئی قصیدہ لکھو اور انعام و اکرام حاصل کرو... علی بن جہم حصول انعام کے لئے دربار جا پہنچا... بڑے بڑے شعرا متوکل کی مدح سرائی میں رطب اللسان تھے... علی بن جہم نے بھی اپنی باری پر قصیدہ کہنا شروع کیا، مطلع تھا:

أنتَ كَالكَلبِ فِي حِفَاظِكَ لِلوُدِّ

وَكَالتّسيسِ فی قِراعِ الخُطوبِ

آپ محبت کی حفاظت اور وفا شعاری میں کتے کی طرح ہیں

اور مصیبتوں کے ٹالنے میں سانڈ کی مانند ہیں

أنتَ كَالدّلو لَا عَدِمت دَلواً

مِن كِبارِ الدّلاء كَثِير الذّنوبِ

آپ ایک کنوئیں کی طرح ہیں جس کا بہنا کبھی بند نہ ہو۔

ایسا بڑا کنواں جو پانی بڑھا کر دیتا ہے

اشعار سنتے ہی خلیفہ کی تیوریاں چڑھ گئیں...اب تک شعرا خلیفہ کو چاند، ستاروں، پہاڑوں اور شیروں سے تشبیہ دے رہے تھے.... لیکن علی بن جہم کتے سانڈ اور کنویں وغیرہ سے تشبیہ دے رہا تھا... غیظ و غضب میں حکم دیا، اس بے ادب کی گردن ماردی جائے.... جلاد تعمیل حکم کے لئے تیار تھا...اچانک خلیفہ کو احساس ہوا کہ علی بن جہم کے اشعار تو نہایت شستہ اور فصاحت سے لبریز ہیں بس تشبیہ غلط ہے... شاید اس کی نشست و برخاست گنواروں اور جاہلوں کے درمیان رہی ہے... جس کی وجہ سے یہ گنواروں جیسی مثالیں دے رہا ہے.... یہ خیال آتے ہی خلیفہ نے حکم دیا کہ علی بن جہم کو ایک عالیشان محل میں ٹھہرایا جائے.... خوب صورت کنیزیں انواع و اقسام کے پھل اس کے آس پاس رکھے جائیں.... شہر کے ادبا اور ماہرین سخن سے اس کی ملاقاتیں کرائی جائیں.... زندگی میں پہلی بار علی بن جہم اتنی نعمتوں اور آسائشوں سے آشنا ہوا... محل میں بڑے بڑے ادبا سے ملاقاتیں ہوتیں...ماہرین فنون سے تبادلہ خیال ہوتا...اسی طرح کئی ماہ گزر گئے....ایک دن خلیفہ نے حکم دیا کہ علی بن جہم کو حاضر دربار کیا جائے.... علی بن جہم حاضر ہوا... حکم ہوا، ابن جہم! ہمارے لئے قصیدہ کہو.... علی بن جہم نے مطلع پیش کیا

عُیُون المَہا بَین الرُّصافۃ وَالجِسر

جَلَبن الھوٰی مِن حَیث أدرِی وَلَا أدری

گلشن اور پُل کے درمیان نیل گائے سی آنکھوں نے عشق کی آگ کو بھڑکا دیا، اس طرح کہ میں جان کر بھی نہیں جانتا۔

أَعَدنَ لِیَ الشَوقَ القَدِیمَ وَلَم أَکُن

سَلوتَ وَلٰکن زِدنَ جَمراً علیٰ جَمرِ

انہوں نے پرانے اشتیاق کو پھر سے جگادیا جبکہ ابھی میرا غم غلط نہیں ہوا تھا

ان آنکھوں نے کوئلے پر کوئلہ رکھ کر سلگتی چنگاری ہوادے دی ہے

اس کے بعد علی بن جہم اپنے فصیح اشعار سناتا رہا اور خوب صورت تشبیہات و تمثیلات سے خلیفہ کے دل کو دھڑکاتا رہا... اپنے اشعار میں علی بن جہم نے نیل گائے سی آنکھیں... چاند سورج جیسے استعارے استعمال کر کے خلیفہ کو سحر سخن کا اسیر بنالیا.... خوش ہو کر خلیفہ نے علی بن جہم کو انعام واکرام سے ....مالامال کر دیا۔

غور کریں!!

کہ چند مہینوں علی بن جہم کے اندر یہ تبدیلی کس طرح آئی؟

جواب ہے "ماحول کی تبدیلی سے!"

خلیفہ نے ایک ذرا سی تبدیلی سے علی بن جہم کی سوچ اور انداز فکر بدل دیا... اور ماحول کی تبدیلی سے اس ....کی فطرت میں اتنی بڑی تبدیلی آگئی۔

آج معاشرے میں لوگ اپنے دوستوں، رشتہ داروں اور بیوی بچوں کی سخت مزاجی اور بدخوئی کی شکایتیں کرتے ہیں.... کیا ہم نے کبھی ان کے خصائل وعادات بدلنے کی کوئی کوشش کی؟

بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ ضروری یہ ہے کہ تبدیلی کی شروعات ہم خود سے کریں... ترش روئی چھوڑیں... چہرے پر مسکراہٹ لائیں... غصہ ضبط کریں.... تحمل و بردباری سے کام لیں... شکایت کی عادت ترک کریں... خوش رہنے کی وجہ تلاش کریں.... یہ کام گرچہ مشکل ہے لیکن ایک بار آپ اس پر عمل پیرا ہو گئے تو ماحول بدل جائے گا... ماحول بدلتے ہی آس پاس کے لوگوں کی عادات و اطوار میں بھی نمایاں تبدیلی آئے گی۔ :

صرف لہجے کو بدلنے کی ضرورت ہے میاں

گفتگو آپ کی گل ریز بھی ہو سکتی ہے

کاروبار میں حلال وحرام

عظمت حسین قادری منظری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ العلی الحق المبین والصلاۃ والسلام علی امام الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، اما بعد

عزیزان گرامی ! اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا۔

وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا

(سورہ مائدہ آیت نمبر 7)

اور کھاؤجو کچھ اللہ نے تمھیں روزی دی حلال پاکیزہ،

حکم ربانی کے مطابق جائز طریقے سے روزی کمانااور کھانااسی طرح فرض ہے جس طرح دوسرے ارکان اسلام۔یعنی مسلمان کے لئے نماز روزے کی طرح حلال روزی کا کمانااور کھانافرض ہے،

چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ

(السنن الکبری للبیھقی صفحہ نمبر128)

یعنی فرض باتوں کے بعد ایک اور فرض کسب حلال کی تلاش ہے

حلال لقمہ کھانے کے لئے حلال روزی کمانا فرض ہے حلال روزی کھانے کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے۔

یا ایھا الناس کلوا من طیبت ما رزقنکم

(پارہ نمبر، 2)

اے ایمان والو حلال اور پاکیزہ رزق کھاؤ جو ہم نے تمھیں عطا کیا ہے،

لھذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ تجارت میں دلچسپی لیں کیونکہ ایک تجارت میں کئی لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور اس سے بے روزگاری بھی دور ہوتی ہے اور تجارت ہی سب سے اعلیٰ طریقہ ہے بے روزگاری دور کرنے کا۔

مذہب اسلام نے رزق حاصل کرنے کے لیئے کسی خاص ذریعہ معاش کو اپنانے کا پابند نہیں بنایا ہے لیکن اس بات پر بالخصوص توجہ دلائی ہے کہ جو بھی پیشہ اختیار کیا جائے وہ جائز اور حلال ہو تجارت کو افضل ذریعہ معاش قرار دینے میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تجارت فرمائی ہے آپ نے ساجھا (برابر کی حصہ داری) میں کاروبار کیا اور مضاربت (ہمارا مال لیجئے ہم اتنا حصہ آپ کو دیں گے وغیرہ) میں بھی کاروبار کیا۔

اعلان نبوت سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے مضاربت کی بنیاد پر تجارت فرمائی اسی طرح حضرت عبداللہ بن سائب کے ساتھ ساجھا میں تجارت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن سائب فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک تجارت تھا میں جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم مجھے جانتے ہو؟ عرض کیا کیوں نہیں؟ آپ تو میرے بہت اچھے شریک کار تھے نہ کسی بات کو ٹالتے نہ کسی بات پر جھگڑا کرتے۔

(خصائص الکبری)

کاروبار کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں لیکن جائز طریقے سے رزق حاصل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے افضل فرمایا ہے:

قرآن مجید میں ہے،

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (پارہ 28 سورہ جمعہ، ایت نمبر 10)

جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے رزق کی تلاش میں لگ جاؤ یہ تمھارے لیئے حلال ہے،

عراک بن مالک جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور یہ دعا پڑھتے، ' اے اللہ میں نے تیری آواز پر حاضری دی اور تیری فرض کردہ نماز ادا کی پھر تیرے حکم کے مطابق اس مجمع سے اٹھ آیا اے رب تو مجھے اپنا فضل (رزق) نصیب فرما تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے،

(ابن ماجہ)

اسلام میں تجارت کے بہت فضائل ہیں لیکن یہ تمام فضیلتیں اسی تاجر کو حاصل ہوں گی جو اسلامی اصول اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر تجارت کرے گا کسی کو دھوکا نہ دیگا کیونکہ دھوکا دینے والا کامل مسلمان نہیں مانا جاتا اور حقیقت تو یہ ہے کہ دھوکا دینے والا خود اپنے آپ کو ہی دھوکا دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمانوں کو دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔

(الترغیب والترہیب رواہ البخاری ومسلم)

یعنی مسلمان کہلانے کے لائق نہیں تاجر مسلمانوں کو غبن اور فراڈ سے بچنا چاہیے ایسا کرنے سے تاجر کی سچائی اور ایمانداری کا چرچہ ہو جاتا ہے اور سب سے بڑی بات اللہ کی رحمت اور برکت شامل ہو جاتی ہے اس لیئے کہ حلال اگرچہ قلیل ہے مگر اس میں برکت ہے۔

اور مال بیچنے کے لیئے جھوٹ نہ بولیں، اللہ تبارک وتعالٰی نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے۔

لعنة الله على الكاذبين،

(سورہ آل عمران)

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ام تاجر لوگ گنہ گار اور فاجر ہیں صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ کیا کاروبار کو اللہ نے حلال نہیں کیا آپ نے فرمایا جس کا مفہومِ حدیث یہ ہے۔ کاروبار بالکل حلال ہے لیکن اکثر تاجر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور اپنی چیزوں کے بارے میں جھوٹی جھوٹی چیزیں بیان کرتے ہیں اس طرح اکثر گنہگار ہو جاتے ہیں۔

معاذالله ثم معاذالله،

(الترغیب والترہیب)

آج ہمارے معاشرے میں ان گنت برائیاں گھر کر چکی ہیں ایک دو ہوں تو گنا یا جاسکے دوچار ہوں تو اس کارونارو یا جائے اللہ تبارک وتعالی نے رسولوں کے آنے کا مقصد یہ بھی بتایا ہے کہ **میں نے انصاف کے ترازو کے ساتھ رسولوں کو بھیجا اور یہ بھی فرمایا کہ ترازو میں بے اعتدالی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ تول قائم کرو اور وزن نہ گھٹاؤ،**

(سورہ رحمٰن)

اور کم تولنے والوں کو آگاہ فرمایا، **کہ کم تولنے والوں کے لئے خرابی ہے کہ جب وہ اوروں سے ناپ لیں پورا لیں اور جب انہیں تول کر دیں کم کر دیں۔**

(سورہ مطففین)

تجارت کرنا کاروبار کرنا اللہ کو پسند ہے رزق حلال کمانے کے جو بھی راستے ہیں اللہ کو پسند ہیں جو شخص اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالنے کے لئے محنت کرتا ہے اور حلال کمائی کماتا ہے تاکہ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرنا پڑے وہ بھی اللہ کے راستے میں ہے۔

(الطبرانی)

لیکن میرے بھائیو آج کل تو اس عمدہ پیشے کو جھوٹ بول کر کم تول کر بدترین پیشہ بنادیا گیا ایسے لوگوں کے بارے میں فرمان نبوی ہے کہ زمین کا بہترین ٹکڑا مساجد ہیں اور بدترین حصہ بازار ہیں جہاں کم تولا

جاتاہے اور جھوٹی قسمیں کھائی جاتی ہیں اور شیطان ہر صبح جھنڈا لے کر بازار میں پہنچ جاتا ہے پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے تاجروں کو فاسق وفاجر ٹھہرایا ہے جو جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور کم تولتے ہیں چنانچہ فرمایا:

التجار یحشرون یوم القیامه فجارا الا من اتقي و بر و صدق

(مشکوۃ شریف صفحہ 234)

قیامت کے روز تاجروں کا حشر فاجروں کے ساتھ ہوگا مگر ان تاجروں کے سوا جو اللہ تعالی سے ڈریں نیکی کریں اور سچ بولیں۔

پھر فرمایا کہ خرید و فروخت کے وقت بہت قسمیں کھانے سے بچا کرو اس سے چیز تو بک جاتی ہے مگر برکت ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے بارے میں فرمان نبوی ہے کہ ،

ثلاثه لا یکلمهم الله یوم القیامه ولا ینظر الیهم ولا یزکیهم و لهم عذاب الیم قال ابو ذر خابوا وخسروا من هم یا رسول الله قال المسبل والمنان والمنفق سلعته بالحلظ الکاذب

مشکوۃ شریف میں حضرت مسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **تین شخصوں سے اللہ تعالی قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے تکلیف دہ عذاب ہوگا حضرت ابوذر نے عرض کیا وہ نقصان**

اٹھانے والااور ناامید کون ہے یارسول اللہ ؟تو فرمایا کپڑا لٹکانے والا، احسان جتلانے والا، اور جھوٹی قسمیں کھا کراپنا سودا چلانے والا (کاروبار کرنے والا

تو میرے بھائیو کسب حلال کے لیئے ایک اچھا ذریعہ ہے لیکن ایمانداری اور سچائی لازم ہے ورنہ یہ بھی عذاب بن جاتا ہے۔

اب ذرااس کے دوسرے رخ کو ملاحظہ فرمائیں کہ جس طرح حلال روزی حاصل کرنا فرض ہے اسی طرح حرام مال سے بچنا بھی ضروری ہے چنانچہ ایمان والوں کے لئے قرآن مجید میں یوں ارشاد ہوا ہے کہ،

یآ ایھا الذین آمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل

یعنی خیانت، چوری، سود، یارشوت کے ذریعہ سے کسی کا مال کھانے والے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

مشکوۃ شریف میں روایت ہے کہ

عن عبداللہ بن عمر قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراشی والمرتشی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور رشوت دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

مال حرام میں اجرت زنا،اجرت تصویر کش،مال یتیم، جھوٹی قسم کی اجرت،اور کم ناپ تول سے حاصل شدہ فائدہ بھی شامل ہیں۔

اور پیچھے آپ نے ملاحظہ کیا کہ کم تولنے والوں کے لئے خرابی ہے اللہ تعالیٰ نے کس قدر ناراضگی کا اظہار کیا۔

لھذا کم تولنے والوں کا انجام بہت برا ہے قرآن مقدس میں مدین شہر والوں کا قصہ کم تولنے والوں کے لئے باعث عبرت ہے۔

اسی طرح حضرت مالک بن دینار کی ایک حکایت ہے کہ آپ ایک دن ایک بیمار کی بیمار پرسی کے لیئے تشریف لے گئے جو قریب المرگ تھا تو آپ نے اسے کلمہ پڑھنے کی تلقین کی مگر بڑی کوشش کے باوجود کلمہ پڑھنے کے بجائے دس گیارہ دس گیارہ ہی گنتا رہا جب اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا میرے سامنے ایک آگ کا پہاڑ ہے جب میں کلمہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہوں تو یہ آگ مجھے جلانے کو لپکتی ہے تو آپ نے پوچھا کہ تم دنیا میں کیا کرتے تھے اس نے کہا میں کاروبار میں کم تولا کرتا تھا،

(تذکرۃ الاولیاء صفحہ نمبر 957)

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ مال حرام کا کس قدر عذاب ہے لیکن افسوس ہے ان پر جو اس بات کو نہیں سمجھتے اور حرام پیشوں کی کمائی کھاتے ہیں جائز اور ناجائز میں تمیز نہیں کرتے انہیں پیشوں کی کمائی سے کپڑے بنا کر نماز ادا کرتے ہیں اور بعض انہیں پیسوں کے ذریعہ صدقہ و خیرات بھی کرتے ہیں لیکن ان کو یہ جان لینا چاہئے کہ محض ان کا یہ گمان ہے کہ وہ اس کا ثواب پاتے ہونگے ان کا آخرت میں کوئی حصہ

نہیں ہو گا،اللہ تبارک وتعالی ہم سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تجارت کواپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور اسلامی اصول کے مطابق تجارت کرنے کی توفیق عطافرمائے

،آمین ثم آمین، وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین،

فقط والسلام

خواتین اور علم دین

دختر ملت جناب غزل صاحبہ

آج کا دور فتنوں کا دور ہے جہاں سوشل میڈیا، فیشن اور آزادی کے نام پر ہر طرف کفر و شرک اور جہالت تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے، چھوٹا بڑا مرد عورت سب کے سب اس کا شکار بنتے جا رہے ہیں جن میں گمراہی عام سی بات ہے مگر یہ مقام عورتوں کے لیے زیادہ باعث فکر ہے کیوں کہ عورتوں کو ناقصات عقل اور ناقصات دین کہا گیا ہے۔ عورتوں میں عقل دو قسم کی ہوتی ہے

1۔ شرعی عقل اور 2۔ عرفی عقل

عورتوں میں عقل عرفی بہت اعلی درجے کی ہوتی ہے مگر عقل شرعی مردوں کی بہ نسبت کم ہوتی ہے۔

ایسے میں بھلا خواتین کو سب سے زیادہ ضرورت علم دین کو سیکھنے کی ہے۔ اسلام نے ان کی ضروریات کا خوب خیال رکھا یہاں تک کہ مرد و زن کے درمیان کے امتیاز کو بھی پسند نہیں فرمایا۔

طلب العلم فریضة علی کل مسلمین و مسلمات۔

یعنی علم دین کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی تعلیم و تربیت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نہ یہ کہ صرف ان سے مردوں کی طرح بیعت کی بلکہ ان کے لیے علم کی مخصوص مجالس بھی قائم کیں چنانچہ صحیح بخاری کتاب العلم میں مذکور ہے کہ جب عورتوں نے درخواست کی کہ ہمارے لیے خاص دن مقرر

فرمایا جائے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست منظور کی اور ان کے وعظ وارشادات کے لیے ایک خاص دن مقرر ہو گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لیے یہ اجازت بھی دے رکھی تھی کہ وہ دینی مسائل سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے گھر سے باہر نکل سکتی ہیں۔

خواتین کو علم دین کی فضیلت اور اہمیت معلوم کرنے کے بعد ہمیں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ کتنا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ اتنا علم دین حاصل کرنا فرض ہے جس کے نہ ہونے سے بنیادی ایمان میں خلل یا نقص آتا ہے۔ جس کے بغیر اللہ تعالی کی فرمابرداری کے تقاضے پورے نہیں ہوتے اور نہ آخرت میں نجات حاصل ہو سکتی ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یوں ہے کہ بندے کو جن معاملات کی ضرورت پڑتی ہے ان معاملات کے بارے میں علم حاصل کرنا فرض ہے۔

اسلام میں جن باتوں کا علم حاصل کرنا فرض کہا گیا ہے ان میں تین باتیں ہیں:

عقائد کا علم، اعمال کا علم اور مہلکات سے بچنے کا علم

عقائد یعنی اللہ اور اس کے رسول کی بتائی گئی باتوں پر ایمان لانا جو کہ بے حد ضروری ہے،

اسی طرح اعمال کا علم یعنی کہ نماز فرض ہو جانے پر نماز کی ادائیگی کا علم، صاحب نصاب ہونے پر زکوۃ کا علم، بات کرنے کے لیے سچائی کا علم، کام کرنے والوں کے لیے حرام و حلال کا علم، مشکل میں صبر و شکر

کا علم ، رشتے داروں کے ساتھ حقوق کی ادائیگی کا علم یعنی کہ مسلمان جتنے اعمال سے وابستہ ہے ہر ان معاملات کا علم حاصل کرنا فرض ہے نہ حاصل کرنے والا گنہگار ہو گا۔

اسی طرح ظاہری اور باطنی اعمال کو برباد کرنے والے مہلکات کا علم حاصل کرنا جھوٹ تکبر غیبت اور دوسرے حرام کام سے بچنے کا علم۔

اور اگر ان معاملات میں کہیں شک و شبہات اور دل میں کوئی خدشہ پیدا ہو جائے۔ تو اس بات کو دور کرنے کے لیے دلیل کا علم حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ باطل بات دل سے نکل جائے۔ خواتین کو ان تمام باتوں کا صحیح علم حاصل کرنا فرض ہے۔

علم دین حاصل کرنے کے بارے میں یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ یہ علم دین کن سے حاصل کیا جارہا ہے۔

علم دین کو عالم دین سے حاصل کرنا ضروری ہے اور نہ ملنے پر ڈھونڈنا فرض ہو جاتا ہے۔ یا شریعت کا صحیح علم رکھنے والوں سے علم دین حاصل کریں۔ یا علما کی کتابوں کو پڑھ کر بھی علم دین حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ڈھونڈنے پر عالم دین ضرور ملیں گے اس معاملے میں ہمیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ کی سیرت کی طرف نگاہ کرنا ضروری ہے کیوں کہ وہ حق پر قائم رہے اور علمائے دین کی تلاش کرتے رہے کئی ملکوں کا سفر کیا اور علما کی صحبت میں رہے اور آخر کار نبی کے دور کو پالیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی دعوت پائی اور اسلام لے آئے۔

دین کا علم نہ رکھنے والوں سے علم دین حاصل کرنا ہلاکت ہے کیونکہ وہ بغیر علم کے فتوی دیتے ہیں، ہے خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کردیں گے۔

خواتین کو علم دین کی تلاش اور جستجو ہمیشہ کرنی چاہیے اور اگر علما سے سیکھنا ناممکن ہو اس صورت میں صحیح علماء کی کتابوں کو پڑھ کر بھی علم دین حاصل کیا جاسکتا ہے۔ خواتین میں کتابوں کو پڑھنے کا شوق ہونا بھی بہت ضروری ہے۔

خواتین کو چاہیے کہ علم دین حاصل کرنے کا شوق پیدا کریں اس بات کے لئے ہمیں صحابیات کے اس سنہرے دور پر نظر کرنے کی ضرورت ہے جہاں صحابیات کی ایک بڑی جماعت میں احادیث کی روایت میں اور کارہائے نمایاں انجام دیئے جو قابل تعریف ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃاللہ تعالی علیہ نے اسماءالرجال پر اپنی شہرہ آفاق تصنیف الاصابہ میں 1552 ایسی صحابیات کی سوانح حیات بیان کی ہے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی اور انہیں روایت کیا اور ان کے حالات کو لکھنے کے بعد ذکر کیا کہ یہ سب کی سب خواتین فقیہ اور عالمات تھی۔

جنہوں نے نہ صرف روایات بلکہ تفسریں بھی بیان کی یہاں تک کہ دینی علم کا نصف حصہ خواتین ہی کی خدمات ہے۔

ان خواتین اسلام نے صرف علم دین حاصل کرنے میں ہی نمایاں کردار ادا نہیں کیا بلکہ اسلام کی ہر تعلیم کو دل سے اپنایا اور اپنی جان و مال اور اولاد سے بڑھ کر دین کی ہر بات پر جانثاری دکھائیں، وہ صبر و شکر کے میدان ہو عبادت و ریاضت اور عمل کی بات ہو یا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا گھر کے کام کاج

، حقوق کی ادائیگی ہو، یامال ودولت خرچ کرنا ہو یا میدان جہاد تک میں اپنی بہادری سے دشمنوں کے چھکے چھڑانے ہوں اور اس کی مشقت، اذیتیں برداشت کیں اور اپنی جانوں کو تک دین کی راہ میں قربان کردیا ان میں ہر خاتون دینی علمی اور عملی ہر اعتبار سے ایک خاص مقام رکھتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں جن باکمال عورتوں کا تذکرہ ملتا ہے ان میں حضرت خدیجۃالکبریٰ بھی نمایاں ہیں، انہوں نے دین کے لیے جو قربانیاں دیں وہ ایک مثال ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا سارا کا سارا مال خرچ کر دیا۔ اور جب آپ کو کفار کی اذیت بھری باتیں سننے کو ملتی تو تسلی دیا کرتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابی طالب جیسی گھاٹی میں بھوک پیاس کی اذیتیں برداشت کیں۔

ہماری عورتوں کو چاہیے کہ وہ بھی ان قابل رشک خواتین کی سیرت اختیار کریں اور اپنے اندر دین کا جذبہ پیدا کریں۔ یہ تبھی ممکن ہو سکے گا جب علم کی روشنی سینے کو منور کرے گی ورنہ جہالت کے اندھیرے میں رہ کر انسان خود کا دشمن بن جاتا ہے پھر وہ کس حد تک کسی اور کے لیے مفید ثابت ہو سکے گا۔

علم دین کی برکت سے ایک عورت اپنے گھر کو ایک ایسا گھر بنا سکتی ہے جو چھوٹا ہو کر بھی اپنے اندر وسعت رکھتا ہو، جہاں صرف اپنی فکر نہیں بلکہ دوسروں کے لیے جینے کی فکر عام ہوتی ہو، جہاں سے دین حق کی خدمت کے لیے لوگ نکلتے ہوں۔ اگر ایک عورت جو علم دین رکھتی ہو، صبر اور شکر کرنا جانتی ہو، وہ ان کے ذریعے سے اپنے شوہر کو گھر سے مضبوط کرے تو باہر وہ دنیا میں بھی مضبوط نظر آئے گا اور کئی کارنامے انجام دے دے گا۔ عورتوں کو بہت زیادہ ضرورت ہے کہ علم دین حاصل کریں اور یہ

نہ سمجھیں کہ دو چار کتابیں یا کچھ تقریروں سے ہی علم کا سفر مکمل ہو چکا ہے بلکہ آپ کو کافی کچھ جاننا ہے، بہت کچھ ایسا ہے جو آپ نے نہیں جانا۔ یہ سفر جاری رکھیں، اسی سفر میں وہ سب ملے گا جسے آپ کہیں اور تلاش کرتے ہیں۔ کامیابی اسی سفر میں ہے۔ یہ علم دین کی راہ ہے جس پر چل کر لوگ کامیابی کو پہنچے، جنھوں نے اس راہ کو دنیا کے لیے ترک کیا وہ ہلاکت سے جا ملے اور دنیا اور آخرت دونوں جگہ کی رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔ علم پر خاص توجہ دیں، اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع عطا فرمائے۔